وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

فرقہ واریت اور مسلک پرستی میں فرق



فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی مذمت، نقصانات اور اتحاد امت کے فوائد پر اکابرین امت کے خیالات واقوال پر مبنی اہم رسالہ۔ جس میں یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ فرقہ واریت اور مسلک پرستی میں فرق کیا ہے، اور اصل فرقہ واریت کیا ہے اور اس کے کون ذمہ دار ہیں؟

مرتب:

مولانا سید عبدالوہاب شاہ شیرازی

www.NuktaGuidance.com

فہرست

واعتصموا بحبل اللہ جمعیا ولا تفرقوا

فرقہ واریت اور

مسلک پرستی

فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی مذمت، نقصانات اور اتحاد امت کے فوائد پر اکابرین امت کے خیالات و اقوال پر مبنی اہم رسالہ۔ جس میں یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ فرقہ واریت اور مسلک پرستی میں فرق کیا ہے، اور اصل فرقہ واریت کیا ہے اور اس کے کون ذمہ دار ہیں؟

مرتب: مولانا سید عبد الوہاب شاہ شیرازی

www.NuktaGuidance.com

عرض مرتب

مسلمانوں میں فرقہ واریت، گروہ بندی اور مسلک پرستی کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے، اگر ہم اس کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ مسلک پرستی اور گروہ بندی ہمیں موسی علیہ السلام کی امت بنی اسرائیل کے دور میں بھی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ اس کے بعد سلیمان علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے پھر ان کی وفات کے بعد یہودیوں نے سیاسی اور مسلکی اختلافات کی بنیاد پر اپنی قوم کو دو واضح حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ سیاسی اور مسلکی اختلافات اس کے بعد ہمیشہ مسلمانوں میں اسی طرح چلتے رہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے دور میں یہ اختلافات بہت گہرے ہو گئے۔

جیسے آج مسلمانوں میں دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث وغیرہ وغیرہ جتنے تعارف ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانے کے مسلمانوں نے اسی طرح اپنی پہچان یہودی اور عیسائی وغیرہ کے ذریعے کروائی تھی اور پھر اس پر اتنے پکے ہو گئے کے پیغمبر آخر الزمان کے آنے کے بعد بھی اپنے فرقے کو نہ چھوڑا اور آج تک دنیا میں یہودی اور عیسائی نامی باطل مذاہب موجود ہیں۔

اس چھوٹے سے رسالے میں، میں نے علمائے امت کے ان اقوال و خیالات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے جس میں مسلکی اختلافات کی مذمت اور نقصانات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے یہ واضح کر دیا جائے کہ فرقہ واریت اور چیز ہے اور مسلک پرستی اور چیز ہے۔ اگرچہ دونوں قابل مذمت ہیں لیکن ان میں فرق کرنا

ضروری ہے۔ چونکہ عام طور پر فرقہ واریت کا نام استعمال کرتے ہوئے علمائے اسلام اور مسلمانوں کو طعنے دیے جاتے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو مسلمانوں کو گروہوں میں تقسیم کر کے مجموعی لحاظ سے کمزور کرنے اور زوال کا شکار کرنے والے علماءاسلام نہیں بلکہ سیاسی قائدین ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلک پرستی کو ہوا دے کر بعض علماء نے بھی مسلمانوں نے مذہبی گروہ بندی کو فروغ دیا ہے لیکن امت پر زوال لانے کے اصل ذمہ دار سیاسی قائدین ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ایسی گروہ بندی میں تقسیم کیا ہے جس نے نہ صرف اسلام کو نقصان پہنچایا بلکہ مسلمانوں کو غلامی کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا۔

اصل فرقہ واریت کیا ہے؟

یہاں ہمیں یہ بات سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ اصل فرقہ واریت کیا ہے اور اسے کون پھیلا رہا ہے۔ قرآن کریم فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْ

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ ہو گئے پارٹی پارٹی، (اے پیغمبر) آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے جس فرقہ واریت کی مذمت کی ہے وہ "فرقہ واریت فی الدین" ہے، یعنی دین میں فرقہ واریت کرنا، عام طور پر ہم جب بھی فرقہ واریت کا نام سنتے ہیں تو ہمارا

ذہن دینی جماعتوں اور مسالک کی طرف چلا جاتا ہے، حالانکہ یہ فرقہ واریت فی الدین نہیں ہے، بلکہ یہ فرقہ واریت فی المذہب یا مسلک پرستی ہے۔ یعنی ان کا اختلاف فروعی اختلاف ہے، جبکہ قرآن فرقہ فی الدین کی مذمت کر رہا ہے۔

اب ہمیں پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ ''دین'' کسے کہتے ہیں؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے اس سے بھی پہلے یہ سمجھیں کہ انسانی زندگی کے چھ گوشے ہیں، یعنی دنیا کا ہر انسان اپنی زندگی میں ان چھ گوشوں کے ساتھ کسی نہ کسی صورت وابستہ ہوتا ہے:

1۔ عقائد، 2۔ عبادات، 3۔ رسومات، 4۔ معاشرت، 5۔ معیشت، 6۔ سیاست

ان چھ چیزوں کے مجموعے کو دین کہا جاتا ہے، دنیا کے ہر انسان کا کوئی نا کوئی عقیدہ ضرور ہوتا ہے، ہر انسان کا کوئی نا کوئی عبادت کا طریقہ اور اپنی رسومات ادا کرنے کا طریقہ ضرور ہوتا ہے، دنیا کا ہر انسان کسی نا کسی معاشرے کا حصہ بھی ضرور ہوتا ہے، اور ہر انسان کسی نا کسی صورت معیشت کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے، اور دنیا کے ہر انسان کا کوئی نا کوئی سیاسی نظریہ اور سوچ بھی ضرور ہوتی ہے۔

عام طور پر پہلی تین چیزوں یعنی۔ 1۔ عقائد، 2۔ عبادات، 3۔ رسومات، کو مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ اگلی تین چیزوں کو دین (نظام) میں شمار کیا جاتا ہے۔ دین اور مذہب میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

ان چھ چیزوں کے مجموعے کو دین کہا جاتا ہے اور دین کا جزوے اعظم سیاست ہے۔اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ اگرچہ عقائد، عبادات اور رسومات میں لوگوں کو گروہ بندی میں تقسیم کرنا بھی فرقہ واریت ہے لیکن اصل فرقہ واریت اور گروہ بندی لوگوں کو سیاسی لحاظ سے تقسیم کر کے پارٹی پارٹی بنا کر ایک دوسرے کا دشمن بنانا ہے۔اور اسی سیاسی فرقہ واریت نے نہ صرف اسلام بلکہ پوری انسانیت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ہم انسانی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں نظر آتا ہے دنیا میں کروڑوں لوگوں کا قتل عام سیاسی اختلافات کی بنیاد پر ہوا ہے، دنیا کی بڑی بڑی جنگیں سیاسی اختلافات کی بنیاد پر ہوئی ہیں اور آج بھی مسلکی بنیادوں پر اگرچہ اختلاف تفرقہ بازی تو ہوتی ہے لیکن قتل عام نہیں ہوتا سوائے چند انفرادی واقعات کے۔

دنیا میں ہمیشہ جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور حکمرانوں نے عوام کو سیاسی لحاظ سے تقسیم رکھ کر اپنی حکومت کو مضبوط بھی کیا ہے اور طول بھی دیا ہے۔اگر آج ہم اپنے ملک پاکستان کو دیکھیں تو یہاں اگرچہ مسلک پرستی کی بنیاد پر گروہ بندی ہمیں نظر آتی ہے لیکن کیا ہمارے دنیا میں زوال، ملک کی معاشی، معاشرتی اور سیاسی تباہی کی ذمہ دار یہ مسلک پرستی ہے؟ تو اس کا جواب ہے نہیں، ہمارے زوال کا اصل سبب سیاسی اور معاشی فرقہ واریت ہے، پوری قوم کو سیاسی لحاظ سے چار پانچ بڑی سیاسی گروہوں میں تقسیم کر کے چار پانچ سو خاندان 75 سال سے اس عوام کو غلام بنا کر ان پر حکومت کر رہے ہیں، ملک کی وہ تین پارٹیاں اور اسٹیبلشمنٹ جو اس ملک پر ہمیشہ

حکمرانی کرتی آئی ہے ان تمام میں چند خاندان ہیں جو آپ میں رشتہ داریاں رکھتے ہیں اور بندر بانٹ سے حکمرانی کرتے ہوئے ملک و قوم کو لوٹ کر کھا رہے ہیں، عیاشیاں کر رہے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی سنا کہ رفع یدین نہ کرنے کی وجہ سے اندونیشیا نے ملائشیا پر حملہ کر دیا؟ کیا آپ نے کبھی سنا کہ صلوۃ سلام نہ پڑھنے کی وجہ سے ترکی نے پاکستان پر میزائل مار دیا؟ امریکا نے عراق پر حملہ کر کے دس لاکھ لوگوں کو شہید کر دیا، افغانستان پر حملہ کر کے پندرہ لاکھ لوگوں کو شہید کر دیا، یہ کس لیا کیا؟ کیا اس لیے کہ تم جنازے کے بعد دعا کیوں کرتے ہو؟ نہیں نہیں، بلکہ یہ قتل عام اس لیے ہوا کہ تم اپنا نظام قائم نہیں کر سکتے، تمھیں ہمارا جمہوری نظام قائم کرنا ہو گا۔ اسی طرح روس نے افغانستان پر حملہ کر کے لاکھوں لوگوں کو شہید کر دیا تھا، کیا یہ حملہ اس لیے ہوا تھا کہ ہم تو کسی خدا کو نہیں مانتے تم خدا کو کیوں مانتے ہو؟ نہیں نہیں یہ حملہ خالصتا معاشی مفادات کے لیے تھا۔

اس ساری گفتگو سے ہمیں یہ معلوم ہوا اصل فرقہ واریت سیاسی فرقہ واریت ہے جس نے قوم کو پارٹیاں پارٹیاں بنا کر ایسے گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے جو ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں۔ اس حقیقت کے واضح ہونے کے بعد اب میں

تمام مسالک کے علمائے دین کے اقوال اور تحریرات میں سے کچھ حوالے پیش کر رہا ہوں جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اکابر علماء نے مسلک پرستی اور مسلکی شدت پسندی کے خاتمے کے لیے کتنی کوششیں کی ہیں۔

(سید عبدالوہاب شاہ۔ اسلام آباد پاکستان)

وٹس اپ: 92-321-5083475

www.NuktaGuidance.com

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ (دیوبندی)

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

جماعتوں اور افراد کے درمیان وحدت واتفاق ایک ایسی چیز ہے جس کے محمود اور مفید ہونے سے کسی مذہب وملت اور کسی فکر و نظر والے کو اختلاف نہیں ہو سکتا اور اسی لئے ہر شخص جو لوگوں کی اصلاح کی فکر کرتا ہے وہ ان کو آپس میں متفق کرنے پر زور دیتا ہے لیکن عام دنیا اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ دلوں کا پورا اور پائیدار اتفاق ظاہری تدبیروں سے حاصل نہیں ہوتا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ورضاجوئی سے حاصل ہوتا ہے۔

اس آیت میں اختلاف اور تفرقہ سے بچنے کی یہ تدبیر بتلائی گئی ہے کہ سب مل کر اللہ کی رسی یعنی قرآن یا شریعت اسلام کو مضبوط تھام لیں تو سب آپس میں خود بخود متفق ہو جائیں گے اور باہمی تفرقے ختم ہو جائیں گے۔ رائے کا اختلاف دوسری چیز ہے اور وہ جب تک اپنی حد کے اندر رہے تفرقہ اور جھگڑے کا سبب کبھی نہیں بنتا۔ معارف القرآن، جلد 4 صفحہ 278

☆..................☆..................☆

اتفاق، اتحاد، اتفاق، اتحاد، اتفاق، اتحاد،

آج اتفاق اتفاق تو سب پکارتے ہیں مگر اتفاق کے معنی ہر شخص کے نزدیک یہ ہوتے ہیں کہ لوگ میری بات مان لیں تو اتفاق ہو جائے اور دوسرے بھی اتفاق کے لئے اسی فکر میں ہوتے

ہیں کہ وہ ہماری بات مان لیں۔ حالانکہ جب راویوں کا اختلاف اہل عقل ودیانت میں ناگزیر اور ضروری ہے تو یہ ظاہر ہے کہ اگر ہر شخص دوسرے کے ساتھ متفق ہونے کو اس پر موقوف رکھے کہ دوسرا اس کی بات مان لے تو قیامت تک آپس میں اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اتفاق کی صحیح اور فطری صورت وہی ہے جو قرآن نے بتلائی کہ دونوں مل کر کسی تیسرے کی بات کو تسلیم کرلیں اور تیسرا وہی ہونا چاہیے جس کے فیصلے میں غلطی کا امکان نہ ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس آیت میں اللہ کی کتاب کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا۔ معارف القرآن، جلد4 صفحہ 278

☆..................☆..................☆

فرقہ وارانہ اختلاف کا سبب

فرقہ وارانہ اختلاف کا بڑا سبب یہی ہے کہ کچھ لوگوں نے صرف کتاب اللہ کو لے لیا اور رجال اللہ سے قطع نظر کرلی، ان کی تفسیر و تعلیم کو کوئی حیثیت نہ دی اور کچھ لوگوں نے صرف رجال اللہ کو معیار حق سمجھ لیا اور کتاب اللہ سے آنکھ بند کرلی، ان دونوں طریقوں کا نتیجہ گمراہی ہے۔ معارف القرآن، جلد1 صفحہ 94

☆..................☆..................☆

فرقہ واریت کا توڑ صرف قرآن ہے

اگر انسان اپنے جماعتی تعصب اور آبائی تقلید سے ذرا بلند ہو کر اپنی عقل خداداد سے کام لے تو یہ حقیقت بے نقاب ہو کر اس کے سامنے آجاتی ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ جو اللہ تعالیٰ کا آخری پیام ''قرآن'' کی صورت میں لائے ہیں، آج اس کے سوا کوئی نظام خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں، اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو اس وقت مخاطب مسلمان ہیں جن کا اس پر ایمان ہے کہ آج قرآن کریم ہی ایک ایسا نظام حیات ہے جو بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہے، اور چونکہ خود حق تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لئے قیامت تک اس میں کسی قسم کی تحریف و تغییر کا بھی امکان نہیں، اس لئے سرِ دست میں قرآن پر ایمان رکھنے والے مسلمانوں ہی سے کہتا ہوں کہ ان کے لئے تو صرف یہی (قرآن) لائحہ عمل ہے۔ معارف القرآن، جلد 2 صفحہ 129

☆..................☆..................☆

مفتی محمد رفیع عثمانی (دیوبندی)

لفظ دیوبندی سے فرقہ واریت کی بدبو آتی ہے۔

میں دار العلوم کا سابق طالبعلم رہا، پندرہ سپارے دار العلوم دیوبند ہی میں حفظ کیے۔ میرے آباء واجداد صدیوں سے دیوبند کے رہنے والے تھے۔ تو میں اگر پاکستان آنے کے بعد اپنے نام کے ساتھ ''دیوبندی'' لکھتا تو مجھے حق تھا۔ کیونکہ میں وہاں کا رہنے والا اور دیوبند کا طالبعلم تھا۔ چنانچہ میں شروع شروع میں لکھا کرتا تھا، لیکن جب میں دار العلوم کراچی میں استاد لگا تو میرے والد (مفتی محمد شفیعؒ) نے مجھ سے فرمایا اپنے نام کے ساتھ دیوبندی نہ لکھا کرو اس سے فرقہ واریت کی بدبو آتی ہے۔ تو جو دیوبند میں پیدا ہوا تھا، دیوبند کا رہنے والا تھا، دیوبند میں پڑھا تھا اس کو بھی منع کر دیا کہ اپنے نام کے ساتھ دیوبندی نہ لکھو اس فرقہ واریت کی بدبو آتی ہے۔

جامعۃ الرشید میں خطاب: اپریل 2016

☆..................☆..................☆

عقائد علمائے دیوبند عنوان ہی غلط ہے۔

مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ نے المہند علی المفند کو نئے سرے سے مرتب کیا اور اس میں کچھ اضافے کر کے مرتب کیا اور اس کا نام عقائد علمائے دیوبند رکھا اور پھر تقریظ لکھوانے کے لئے

میرے والد صاحب کے پاس بھیج دیا تو میرے والد صاحب نے فرمایا میں اس وقت تک تقریظ نہیں لکھوں گا جب تک اس کا نام نہ تبدیل کر دو، کیونکہ دیوبندی کوئی الگ فرقہ نہیں اس کے وہی عقائد ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔

جامعۃ الرشید میں خطاب: اپریل 2016

☆..................☆..................☆

قرآن وسنت کی طرف سے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور فرقہ واریت کو کسی حال برداشت نہ کیا جائے۔ ہمارا نام مسلمان ہے، ہمارا نام دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث نہیں ہے۔

☆..................☆..................☆

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (دیوبندی)

مناظروں کے چیلنج

آج عوامی مناظروں کے چیلنج تو دیے جاتے ہیں اور دوسرے لفظوں میں عوام کو خواص پر مسلط تو کیا جارہا ہے، جس سے عوامی سطح پر فتنہ ابھرتا اور نکھرتا جارہا ہے اور نتیجہ میں عوام دین سے بیزار ہی ہوتے چلے جارہے ہیں، جنہیں اہل دین کے خلاف اشتعال دلا کر اکسایا جاتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے تھا کہ: قوم کی مجموعی عزت و آبرو کی خاطر چند سنجیدہ علماء ان لوگوں کو بلائیں جن پر اعتراضات ہیں اور خود انہیں سے پوچھیں کہ وہ کس حد تک ان سے الگ ہیں اور کس حد تک شریک عقیدہ و عمل ہیں۔ مشترک حصے کو "اساس" قرار دے کر بقیہ کے لئے اگر اس میں کسی حجت کے سبب توافق نہ ہوسکے حدود متعین کی جائیں، جس سے کم سے کم منافرتِ باہمی اور تعصبات کی آگ تو دھیمی پڑ جائے۔ تجربہ ہے کہ بہت سی بدظنیاں اور غلط فہمیاں جو بُعد سے پیدا ہوتی ہیں، قرب سے خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ غلط فہمیوں کا ازالہ صفحہ 27

☆.................☆.................☆

دیوبندی بریلوی فرقے

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے علماء حضرات زیادہ سے زیادہ اس مرض (حسد) میں مبتلا ہیں، اور اس حسد کی وجہ سے فروعی مسائل کو لے کر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ جب میں پاکستان آتا ہوں تو مجھے یہاں دیوبندی اور بریلوی فرقے دیکھ کر اور ایک

دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے دیکھ کر بہت دکھ اور رنج ہوتا ہے، حالانکہ امت ٹکڑوں میں بٹی ہے اور علماء کا کام ان ٹکڑوں کو ملانا ہے، تحقیق کے بغیر فتوے لگانا کہاں کا انصاف ہے، حالانکہ چاہیے یہ کہ دعوت کے طریقوں حکمت، موعظت، مجادلت میں سے کسی ایک طریقے کو لے کر لوگوں کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ بغیر سوچے سمجھے کفر کے فتوے لگانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو کتنی تکلیف ہوتی ہو گی۔ بحوالہ ترجمان شریعت وطریقت صفحہ 332۔ مصنف مولانا عبد الغفور عباسی مدنی(

بھائی بھائی

آپ لوگ باہمی اتفاق واتحاد سے رہو اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر صابر وشاکر رہو، ہمارے اختلافات سے غیر اقوام فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور دین اسلام کو کمزور کرنے کے لئے ان کے پاس ہماری بے اتفاقی وکمزوری سے بڑھ کر کوئی ہتھیار نہیں ہے، سب مسلمان (دیوبندی بریلوی، اہلحدیث) بھائی بھائی ہیں، لہٰذا ان کو آپس میں تنگدل نہیں ہونا چاہیے اور دل کے ظرف کو وسیع کرنا چاہیے۔ بحوالہ: ترجمان شریعت وطریقت صفحہ 333۔ مصنف مولانا عبد الغفور عباسی مدنی(

علماء کے بے جا اختلافات

افسوس کے علماء کے بے جا اختلافات کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے حال پر آہ وبکاء کرنے اور رونے کو جی چاہتا ہے۔ جس کی وجہ سے عام دنیا کے ملل اسلامیہ میں بھی آپس کے بغض وحسد

بڑھ گئے ہیں اور یہود و نصاریٰ و مشرکین بر سر اقتدار ہیں اور مسلمان ہر جگہ تنزل میں ہیں یہ نتیجہ ہے ہماری بے دینی اور خباثت ظاہری و باطنی کا اگر مسلمان صحیح معنوں میں شریعت محمدی کا ظاہری اور باطنی طور پر پابند ہو جائے تو حق تعالیٰ ان کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے نازل فرمائے گا اور بڑے بڑے سلاطین و بادشاہان ان کے قدموں میں گر پڑیں گے۔ انبیاء کے وارث اور منصب دار علمائے کرام ہیں، جب وہ باہمی حسد میں گر کر ذاتی اختلافات کے پیچھے لگ جائیں تو اور کون لوگ ہیں جو اسلام کی نگہبانی کریں گے۔ بحوالہ: ترجمان شریعت و طریقت صفحہ 333۔ مصنف مولانا عبدالغفور عباسی مدنی(

☆..................☆..................☆

پیر کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ (بریلوی)

علماء سوء

مسلمانوں کو گروہ بندی اور اختلاف سے منع کیا جارہا ہے، اب ان کے سامنے گروہ بندی اور اختلاف کی لعنت میں گرفتار قوموں کی خونچکاں داستان اور عبرتناک کہانی بیان کی جارہی ہے، تاکہ مسلمان اسے سنیں اور نصیحت پکڑیں۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے دین کے اصولوں کو پسِ پشت ڈال دیا تھا اور فروعی اور جزوی مسائل کو انہوں نے اتنی اہمیت دے رکھی تھی کہ انہیں کی وجہ سے کفر کے فتوے لگائے جاتے اور ملت کی وحدت کو اس طرح انتہائی بے دردی سے پارہ پارہ کردیا جاتا۔ آج ہم بھی اسی مقام پر کھڑے ہیں۔ ایک خدا ایک رسول ایک کتاب اور ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو بے شمار فرقوں میں بانٹ رکھا ہے اور علماء سوء نے ان کے درمیان نفرت و عداوت کی اتنی بلند دیواریں کھڑی کردی ہیں کہ اب ان کے آپس میں مل بیٹھنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔۔۔ تفسیر ضیاء القرآن جلد 1 ص 268

فرقہ بازی

یہ نصب العین جو انبیاء و رسل کا عظیم البرکات زندگیوں کا نصب العین تھا، یہی نصب العین آج امتِ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰت واجمل التسلیمات کے لئے من جانب اللہ مقرر کیا گیا

ہے اور انہیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آراء واہوا کا اتباع کر کے اپنی جمعیت کو انتشار کا شکار نہ بنادیں اور ایک امت کو متعدد فرقوں میں بانٹ کر بے وقار نہ کر دیں کیونکہ اگر انہوں نے اپنی وحدت اور یکجہتی کو فرقہ بازی کی نذر کر دیا تو پھر اقامتِ دین کے فریضہ سے وہ عہد برآنہ ہو سکیں گے۔ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔ان کی ہوا اکھڑ جائے گی۔ تفسیر ضیاء القرآن جلد4 ص367

انتشار وافتراق

لوگوں کا راہِ حق سے انحراف اور الگ الگ فرقوں کا معرضِ وجود میں آجانا یہ محض بے علمی اور غلط فہمی کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اکثر و بیشتر اس انتشار وافتراق کا باعث ان کا باہمی حسد، عناد اور رقابت ہوا کرتی ہے۔اپنی برتری کا سکہ جمانے کے لئے اپنی الگ پارٹی بناتے ہیں اور اس طرح ملک کی وحدت میں نقب لگانے کا آغاز کرتے ہیں۔ وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس راہ کو وہ چھوڑ رہے ہیں یہی سیدھی راہ ہے اور جو راستہ وہ اپنا رہے ہیں وہ ان کو اپنی منزل سے دور پھینک دے گا لیکن اپنی ذاتی اغراض اور اپنی دنیاوی مصلحتیں انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔۔۔۔ تفسیر ضیاء القرآن جلد4 ص369

☆..................☆..................☆

پروفیسر حبیب اللہ چشتی (بریلوی)

جب سے دین میں غیر اہم چیزیں اہم ہوئیں ہیں تو اس کا اثر عوام پر یہ ہو گیا ہے کہ وہ اس بندے سے تو ضرور لڑتے ہیں جو نماز کے بعد اونچی آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہے۔اور ورد کرنے والا نہ کرنے والے ضرور الجھتا ہے لیکن اسے کوئی کچھ نہیں کہتا جو نماز ہی نہیں پڑھتا،اور آخرت کی تیاری جس کی زندگی کے نصاب سے ہی خارج ہے۔اس بندے پر تو بدعتی یا گستاخ ہونے کا فتویٰ ضرور لگتا ہے جو محافل میلاد مناتا ہے یا نہیں مناتا لیکن اسے کوئی کچھ نہیں کہتا جو سود کھاتا ہے فحاشی وعریانی کا پرچار کرتا ہے۔گیارہویں شریف کا ختم دلانے والے کو بدعتی اور مشرک ضرور کہا جاتا ہے نہ دلوانے والے کو گمراہ اور فاسق وفاجر کے فتووں سے نوازا جاتا ہے لیکن اسے کوئی بھی کچھ نہیں کہتا جو نماز کا تارک، سنت کا قاتل اور سود کھانے والا ہوتا ہے۔(اتحاد امت کیسے ممکن ہے)

کہاں لڑنا چاہیے ؟

مسلکی اختلاف کی ترجیح نے ہمارا مزاج ایسا بنا دیا ہے کہ ہمیں جہاں نہیں لڑنا چاہیے وہاں لڑتے ہیں اور جہاں لڑنا چاہیے وہاں نہیں لڑتے۔مثلاً مستحب ترک کرنے پر یا کراہت تنزیہی کے

ارتکاب پر بھی مناظرے ہو جاتے ہیں، جیسے دعا بعد نماز جنازہ۔اسی طرح عدم استحباب پر بڑے بڑے مباحثے ہوتے رہتے ہیں، حالانکہ مستحب کا ترک مکروہ ہوتا ہے۔ یہاں کراہت یا استحباب پر مباحثے ہوتے رہتے ہیں لیکن سود خور سے کوئی نہیں لڑتا کہ تو سود کیوں کھاتا ہے۔ کسی کا حق مارنے والے سے کوئی نہیں کہتا کہ تو اس کا حق کیوں مار رہا ہے، حالانکہ ان منکرات کے خلاف پوری شدت سے مزاحمت کرنے کا حکم (شریعت نے دیا) ہے۔ مسلکی اختلافات کی ترجیحات اتنی غالب آگئیں ہیں کہ محرمات کا ارتکاب کرنے والے سے کوئی نہیں الجھے گا۔(اتحاد امت کیسے ممکن ہے)

قرآنی سطح

جن مسائل پہ آج فتنہ وفساد کے شعلے بھڑکائے جا رہے ہیں وہ قرآنی سطح سے بہت نیچے کے مسائل ہیں، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم انہیں مسائل واحکامات کی ترویج واشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں جن کی طرف ہمیں قرآن مجید نے بلایا ہے، اگر تقریر و تحریر میں قرآنی فکر کو پھیلایا جائے، قرآنی احکامات کو ترجیح دی جائے، تو ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں گے اور ہمارا تعلق حبل اللہ سے جڑ جائے گا اور امت اپنے اصل مقصد کی طرف گامزن ہو جائے گی۔ یہ باتیں صرف کرنے کی نہیں اپنے من پہ طاری کرنے کی ہیں۔(اتحاد امت کیسے ممکن ہے)

برکت کے لئے

قرآن کریم سے گہرا تعلق اتحاد واتفاق کی اساس ہے۔جب سے عوامی سطح پر قرآن کریم کو صرف حصول برکت کے لئے پڑھا جانے لگااور علماء تقریر کے شروع میں ایک آیت برکت کے لئے پڑھ کر ساری تقریریں اپنے پاس سے کرنے لگے امت میں اختلاف بڑھتاہی گیا۔ کبھی ہم نے غور کیاکہ آج جن مسائل کو ہم نے اپنی مباحث کا موضوع بنایاہوا ہے عملی طور پر جنہیں ہم نے توحید ورسالت سے بڑھ کر اہمیت دے رکھی ہے۔ان کاقرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں کیاگیا۔رفع یدین،آمین بالجہر، باالسر، صلوۃ سلام عندالاذان،اورذکر بعدالصلوۃ وغیرہ،اگریہ مسائل اتنے ہی اہم ہوتے تو کیاقرآن میں انہیں وضاحت سے بیان نہ کردیاجاتا۔(اتحادامت کیسے ممکن ہے)

اصل دین

بعض چیزیں دین کی اصل اوربنیادہیں، جنہیں عقائد قطعیہ کہاجاسکتاہےاور بعض چیزیں فروعی ہیں، مثلاً نماز قائم کرنا قطعی اوراصل ہے، جبکہ اس کاطریقہ فروعی ہے۔شریعت میں اصل مقصوداقامت صلوۃ ہے، طریقہ میں اگردلیل کی بنیادپر کوئی اختلاف بھی ہو تو پھر بھی وہ اقامت صلوۃ کے منافی نہیں ہے اسی لئے ائمہ اربعہ نے قرآن وسنت سے جو طریقہ نماز مستنبط کیاہے اس میں کچھ اختلاف ہے لیکن اس پر امت کااتفاق ہے کہ چاروں امام برحق ہیں۔درود پاک پڑھنا اصل اور قطعی ہے، پڑھنے کی کوئی مخصوص ہیت یاصیغے ظنی اورفروعی چیزیں ہیں۔

قرآن کریم بنائے اتحاد اس چیز کو قرار دیتا ہے کہ اصل دین کی اقامت پر توجہ مرکوز کی جائے۔ جب توجہ اصل دین پر مرکوز ہو گی تو فروعی چیزوں میں الجھنا بے وقعت اور وقت کا ضیاع محسوس ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شرع لکم من الدین ما وصیٰ بہ نوحا والذی او حینا الیک وما۔۔۔۔ الخ

)اتحاد امت کیسے ممکن ہے(

☆..................☆..................☆

سچی لگن

ایک دکاندار اپنی چھوٹی سی دکان کو کامیاب کرنے کے لئے اپنے دشمن سے بھی خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے، وہ کسی گاہک کی گرم سرد بات بھی محض اس لئے برداشت کرلیتا ہے کہ اس کی دکان پر لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ اور کاروبار بدنام نہ ہو۔ تو جس انسان کو یہ شعور ہو کہ میری زندگی کا مقصد دنیا کے چپے چپے پر اللہ کا پیغام پہنچانا ہے میں اس لئے نہیں ہوں کہ دوسرے مسلمانوں کو ہی کافر و مشرک ثابت کرتا رہوں بلکہ میری زندگی کا مقصد وحید یہ ہے کہ میں عالم کفر میں اسلام کا نور پھیلاوں۔ جن بندوں تک اسلام کا سچا پیغام نہیں پہنچا میں ان تک یہ پیغام پہنچاوں۔ اس دنیا میں مسلمان کی حیثیت کیا ہے اس کی ذمہ داری کیا ہے؟۔ (اتحاد امت کیسے ممکن ہے)

مسلکی جھگڑوں کا نقصان

مسالک کے جھگڑوں میں الجھنے کا ہمیں یہ نقصان ہوا کہ ہم حقیقت دین سے غافل ہوتے چلے گئے۔اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہمیں مسلک کی سطح پر کام کرنا ہے یا اسلام کی سطح پر؟ جب سے ہمارے دینی کام کا رخ مسلک کی طرف مڑ گیا ہے تو ہماری قوم کا مزاج بڑا عجیب و غریب بن گیا ہے یہ اپنے مسلکی مخالفین سے لڑنے کو دین کی سب سے بڑی خدمت اور جہاد سمجھتے ہیں لیکن اسلام کے دشمنوں اور دین کے مخالفین کو قائل کرنے یا ان کا مقابلہ کرنے کی کوئی منصوبہ بندی انہوں نے کبھی نہیں کی۔ مسلکی اختلافات کو ہم اتنا اوپر لے آئے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کی خواہش رکھنے والا غیر مسلم بھی سوچتا ہوگا کہ میں کس مسلک کو اختیار کروں گا اور ایک نو مسلم جس بھی مسلک کو اختیار کرے دوسرے مسلک والوں کے نزدیک اس کا اسلام بے معنی ہو کے رہ جاتا ہے کیونکہ وہ اسلام قبول کر کے ان کے مسلک میں نہیں آیا۔(اتحاد امت کیسے ممکن ہے)

☆..................☆..................☆

مسلک اور اسلام میں فرق

مسلک اور اسلام میں موجود فرق کو سمجھنے کے لئے ہم ایک مثال پہ غور کرتے ہیں۔ایک بندہ کسی کافر کو اسلام کی دعوت دیتا ہے، یا وہ کسی بے نمازی کو نماز کی تلقین کرتا ہے، یا کسی سود خور کو سود چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے تو وہ اسلام اور دین کے لیے کام کر رہا ہے۔اور اگر وہ اپنی

کوششیں اس چیز پہ صرف کر رہا ہے کہ تم نے رفع یدین کرنا ہے یا نہیں کرنا،اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا ہے یا نہیں پڑھنا تو یہ بندہ مسلک کی سطح پر کام کر رہا ہے۔یہ سب مسلکی اختلافات ہیں اسلامی نہیں۔اسلامی نہ ہونے سے مراد کفریہ ہونا نہیں بلکہ صرف سطح کا تعین کر رہا ہوں۔(اتحاد امت کیسے ممکن ہے)

☆..................☆..................☆

پیر مفتی مختار الدین شاہ کربوغہ شریف (دیوبندی)

(حقیقی منکر زنا، چوری، جوا، سود، لبرل ازم، سیکولر ازم ہیں)

ہمارا رویہ اس سلسلے میں بالکل مختلف ہے جن لوگوں سے ہمارا اصولی اختلاف ہے اور جو حقیقی دینی منکر میں مبتلا ہیں ان سے تو ہم دوستی رکھتے ہیں اور ان سے تعلقات اور محبت بڑھاتے ہیں۔ جبکہ وہ لوگ جو ہم سے محض رائے کا معمولی سا اختلاف رکھتے ہیں اختلاف بھی ایسا جو صرف افضل یا غیر افضل یا محض ذوق کے مختلف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے انہیں کو ہم اپنا اصل حریف خیال کرتے ہیں اور انہی کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں۔راہ محبت صفحہ 27

بڑا جرم

ہماری ساری قوتیں سماع موتی، توسل، ایصال ثواب اور انہی جیسے مسائل کے جواز اور عدم جواز پر صرف ہو رہی ہیں حالانکہ یہ سب فروعی اور غیر ضروری معمولی اختلافات ہیں جو اہل علم میں ہمیشہ سے رہے ہیں اور جن کا رہنا عین فطرت ہے اب انہیں مسائل کو کفر و شرک کی بنیاد بنانا اور ان کی بنیاد پر ہر ایک کا دوسرے سے دست بگریبان ہونا سراسر ظلم اور بہت بڑا جرم ہے۔ راہ محبت صفحہ 27

☆.................☆.................☆

فروعی اختلافات پر لڑنے کے تین نقصانات

فروعی اختلافات جو امت کے لئے آسانی اور رحمت کا باعث ہوتے ہیں ہمارے ہاتھ میں آکر رحمت کی بجائے زحمت بن گئے اور ان کی وجہ سے امت کو بہت سے نقصانات پہنچے۔ ایک یہ کہ آپس کے اختلافات نے ہمیں کفار مشرکین کے خلاف بزدل بنا کر رکھ دیا ہے اور دشمنوں کے مقابلوں میں ہم کمزور ہو گئے ہیں اور ہماری طاقت ہمارے اندرونی جھگڑوں میں برباد ہو گئی ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہوا کہ ہمارے اس رویہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو خوب موقع مل گیا اور انہوں نے ضروریات دین اور اساسیات اسلام میں رخنہ ڈالنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کے ذہنوں سے اللہ تعالیٰ کی حقیقی بندگی اور اسلام کی روح مٹ گئی۔ تیسرا نقصان یہ ہوا کہ ان اختلافات کی وجہ سے خود علماء بھی اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی ایذارسانی، غیبت، بہتان،

جھوٹے پروپیگنڈوں اور مذاق اڑانے میں مشغول ہو گئے اور عام مسلمان ان کے اس رویہ کو دیکھ کر ان کی برائیوں، یعنی غیبت، تحقیر و تذلیل وغیرہ کو کار ثواب سمجھنے لگے۔ راہ محبت صفحہ 27

☆..................☆..................☆

عظیم نقصان

جب ہم نے اپنے زیر اثر افراد کو یہ باور کرایا کہ اصل منکر یہی (فروعی اختلاف) ہے جس کے خلاف ہم کام کر رہے ہیں اور جس کو ہمارے مخالف فریق نے اپنایا ہوا ہے، تو ان معمولی فروعی مسائل کو منکرات کا نام دینے کی وجہ سے عظیم نقصان یہ ہوا کہ اصل منکرات (بے حیائی، سود، کرپشن، باطل نظریات، باطل نظام) اور کھلی برائیوں کا گھناؤنا پن اور ان سے کراہت عوام الناس تو کیا علماء و مشائخ اور دینداروں کے دلوں سے بھی رخصت ہو گئی۔ افسوس...... کسی بھی قوم کی دینی و مذہبی پستی کی انتہاء یہ ہوتی ہے کہ اس کے راہنما اپنے عوام کو حقائق سے بے خبر رکھ کر کھوکھلے جذبات کی تعلیم دینے لگیں۔ راہ محبت صفحہ 28

اپنے مسلک کی فکر

آج ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہے اپنی جان اور اپنی خواہشات اسے عزیز ہیں اس لئے اپنے چند جزوی مسائل یا صرف اپنی جماعت کی فکر میں غرق رہتا ہے۔

سارے مسلمان تباہ ہو جائیں، اسلام کے تمام عقائد اور ضروریات دین مٹ جائیں، مسلمانوں کا

معاشرہ بلکہ پوری انسانیت ظلم وستم اور فحاشی وعریانی کے سیلاب میں بہہ جائے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگر غم ہے تو صرف یہ ہے کہ ہمارے مسلک اور ہمارے اختیار کردہ چند جزوی مسائل یا ہماری جماعت کو ٹھیس نہ پہنچے۔ راہ محبت صفحہ 29

فروعی اختلافات پر آپس کے جھگڑے

یہی وجہ ہے کہ آج لاکھوں کی تعداد میں علماء، مشائخ، صوفیا، مبلغین، واعظین موجود ہیں اور روز بروز ان کی تعداد بڑھ بھی رہی ہے، لیکن اس کے باوجود معاشرہ اصلاح، پاکیزگی کی بجائے شیطنت اور گندگی کے سیلاب کی طرف بڑھتا جارہا ہے اور مسلمان اربوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی ہر جگہ کفار کی پوری طرح غلامی میں ہیں اور ان کی غلامی اور چاپلوسی میں اس قدر ذلت ورسوائی اور بے غیرتی کی زندگی گزار رہے ہیں کہ ایسی زندگی کسی کمزور سے کمزور کافر قوم کو بھی گوارہ نہیں۔ راہ محبت صفحہ 29

☆..................☆..................☆

دشمن کے اشاروں پر چلنے والے علماء

محض جزوی مسائل کی وجہ سے ایک دوسرے کے گریبان نہ پکڑیں۔ (ایک طرف مخلص علماء کی کمی نہیں تو) دوسری طرف ایسے نام نہاد علماء اور واعظین بھی ہر جماعت میں موجود ہیں جو اپنی حماقت اور ناعاقبت اندیشی سے یہود و نصاریٰ اور دشمنانِ اسلام کے اشاروں پر چلتے ہیں اور

مسلمانوں کو متفق اور متحد ہونے نہیں دیتے۔ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے مخلص اور درد مند دل رکھنے والے مسلمان بھی اتفاق واتحاد کے خیال کو ترک کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہمت کر کے درد مند مسلمان خواہ وہ عالم ہو یا عامی میدان میں آئے اور انسانیت کو کفر و نفاق سے نجات دلانے کی کوشش کرے۔راہ محبت صفحہ 29

☆..................☆..................☆

مقلد غیر مقلد اختلاف

مقلدین اور غیر مقلدین کا اختلاف کفر اور شرک کا اختلاف نہیں ہے، اگر اس کو فروعی اختلاف سمجھ کر ہر فریق اپنے موقف پر قائم رہے اور حضرات غیر مقلدین اسلاف امت اور ائمہ متبوعین کی شان میں گستاخی کرنے سے اپنی زبان اور قلم کو روکیں تو دونوں فریق دنیا اور آخرت میں کامران اور ان شاءاللہ ماجور ہوں گے۔راہ محبت صفحہ 46

دیوبندی بریلوی اختلاف

دیوبندیوں اور بریلویوں میں ایک عرصہ سے اختلاف چلا آرہا ہے اور اس اختلاف کو ایسے بھیانک رنگ میں پیش کیا جاتا ہے اور کھینچ تان کر اس انداز میں عوام کے سامنے لایا جاتا ہے کہ ایک دوسرے پر شرک اور کفر کے فتوے لگا دیے جاتے ہیں، حالانکہ اگرچند غالی اور متشدد افراد

سے قطع نظر کر کے اس اختلاف کو بغور دیکھا جائے تو اتنا سنگین نہیں جتنا ظاہر کیا جاتا ہے۔ راہ محبت صفحہ 47

☆..................☆..................☆

تبلیغ اور تردید کا دائرہ

اہل علم حضرات سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اختلافی مسائل کی تبلیغ یا تردید عام اجتماعات یا عام بیانات میں نہ کیا کریں، کیونکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ تبلیغ و تردید یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف متفقہ معروفات اور متفقہ منکرات میں ہوتا ہے۔ یہ اختلافی مسائل تو ترجیحی مسائل ہیں لہٰذا ان میں جو نظریہ اور رویہ جس کے نزدیک رائج ہے وہ اس کو اختیار کر لیتا ہے۔ راہ محبت صفحہ 99

☆..................☆..................☆

ریسرچ اور تحقیق

آج کل جامعیت نہ ہونے کی وجہ سے، نیز دین کے صرف ایک آدھ پہلو پر نظر ہونے کی وجہ سے بھی بہت بڑی وباء پھیل گئی ہے کہ جو اشخاص ریسرچ اور تحقیق کا کام کرتے ہیں ایک ہی رُخ پر سوچنے کی وجہ سے اکثر ان میں غلو پیدا ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ انہیں وہ اعمال بھی بدعت یا گمراہ کن معلوم ہوتے ہیں جو سلف صالحین اور علماء و مشائخ کے ہاں مختار رہے ہیں، اور وہ اس قدر

جری ہو جاتے ہیں کہ صرف اس ایک مسئلہ کی وجہ سے اسلاف کو کافر و مشرک یا بدعتی تک کہہ ڈالتے ہیں۔ راہ محبت صفحہ 102

☆.................☆.................☆

یہ رویہ بھی غلط ہے

اسی طرح یہ رویہ بھی غلط اور گمراہ کن ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں تحقیق کرے، اور اس کی تحقیق اسلاف میں سے کسی سے اختلاف رکھتی ہو تو تحقیق کرنے والے کے بارے میں بدگمانی کی جائے اور یہ کہا جائے کہ وہ اکابرین اور اسلاف کی مخالفت کرتا ہے اور اس طرح سے ہمارے اسلاف بدعتی یا گمراہ قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ اس رویے سے علمی تحقیق کا دروازہ سرے سے بند ہی ہو جائے گا۔ راہ محبت صفحہ 104

☆.................☆.................☆

لازم اور التزام

محض شک اور گمان کی بناء پر کسی پر الزام نہ دھریں اور اس پر کفر شرک کا فتویٰ نہ لگائیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ ''لازم اور التزام'' میں بہت بڑا فرق ہے۔ فتویٰ اور حکم لازم پر نہیں بلکہ التزام پر لگایا جاسکتا ہے۔ بولنے اور لکھنے والے کی بات یا تحریر سے جو مفہوم نکلتا ہے اس کو لازم کہتے ہیں، جبکہ وہ معنی جس کا صاحب تحریر یا تقریر اعتراف کرے معنی التزام کہلاتا ہے۔ فتویٰ

معنی التزام پر لگتا ہے معنی لازم پر نہیں۔ چنانچہ صرف مفہوم لازمی کو دیکھتے ہوئے حکم لگانا شریعت کی حدود سے تجاوز اور ظلم ہے۔ راہ محبت صفحہ 104

☆..................☆..................☆

آج کل کی بڑی خرابی

آج کل کی بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ متکلم اور تحریر کنندہ چیخ چیخ کر پکارتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ میرا مطلب وہ نہیں جو آپ میرے عمل یا تحریر سے نکالتے ہیں، لیکن ہم اس کی بات کو نہیں سنتے بلکہ اس کے قول و فعل کو وہ غلط معنی پہناتے ہیں جس کا خود متکلم انکار کرتا ہے۔۔۔۔ ہمیں چاہیے کہ اگر کسی کے فعل یا قول سے دو متضاد معنی نکلتے ہیں تو ایسی صورت میں خود متکلم سے اس کا معنی معلوم کیا جائے۔ راہ محبت صفحہ 107

☆..................☆..................☆

جماعتوں کی ذمہ داری

خدا ترس لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے (فروعی اختلافات پر لڑنے بھڑنے والے) غالی لوگوں سے اپنی برأت کا اظہار کریں اور ایسے لوگوں کو اپنی جماعتوں سے نکال باہر کریں تاکہ ان کی وجہ سے سادہ مسلمان دھوکہ میں آکر کہیں شیطان کے جال میں نہ پھنس جائیں۔ اگر ہم

اپنی جماعتوں میں ایسے غلط لوگوں سے بھی برأت کا اظہار نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بھی ان کے ساتھ ان کے حقیقی کفر و شرک میں شریک ہیں۔ راہ محبت صفحہ 109

☆..................☆..................☆

یورپ کے آلہ کار

علماء کو اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھ کر ایسے (فروعی) اختلافات کو جنم دینے سے باز رہنا چاہیے جن کے نتیجے میں فریقین کو کھلے عام ان لاوڈ سپیکروں پر گالی گلوچ اور لعن طعن سننی پڑتی ہے جو صرف اور صرف دین کی تبلیغ کے لئے خریدے گئے ہیں اور شاید لاوڈ سپیکروں کا یہ سب سے بُرا استعمال ہے کہ ہم امت میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کی بجائے امت کو انتشار و تشتّت کی وادیوں میں لے جانے میں یورپ کے آلہ کار بن جائیں۔ راہ محبت صفحہ 110

☆..................☆..................☆

مولانا طارق جمیل (دیوبندی)

اپنے مدرسے کے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

میں آپ سے کہتا ہوں اپنے عقائد پر پختہ رہو لیکن دیوبندی بن کر نہ چلو، بلکہ امتی بن کر چلو امتی بن کر چلو، اس بھڑکتی آگ کو بجھانا ہے، بڑھانا نہیں بجھانا ہے۔ تبلیغ کے کام نے یہ فاصلے مٹائے ہیں، تبلیغ کا کام نہ ہوتا تو کتنی بڑی تباہیاں انسانیت کو دیکھنی پڑتیں۔ تو آپ کا سال شروع ہو رہا ہے، آپ بہت اچھے بچے ہو، بہت نیک بچے ہو۔ میری مدد کرو میں آپ کی مدد کا محتاج ہوں۔ جس کی اتنی زیادہ اولاد ہو، دو تین سو بیٹے ہوں اور سارے دعا کر رہے ہوں تو اللہ کسی کی تو سنے گا نا، ایک یہ کہتا ہوں کہ دیوبندی بن کر نہ چلو امت بن کر چلو، ہم عقائد میں اہل سنت والجماعت ہیں۔ بریلوی مفتی محمد خان قادری صاحب کی اس بات پر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ میں یہ سینہ دیکھنا چاہتا ہوں، گھٹا ہوا سینہ نہیں دیکھنا چاہتا کہ آپ اپنے سوا کسی کو جنتی ہی نہ سمجھو، اپنے سوا سب کو گمراہ سمجھو۔

اللہ کے واسطے میری سنو!

آپس کی نفرتوں کو مٹاؤ، آپس کی نفرتوں کو مٹاؤ، آپس کی نفرتوں کو مٹاؤ، فرقہ واریت کی آگ میں مت جلو، فرقہ واریت کی آگ میں مت جلو، مسلم بن کے رہو، مؤمن بن کے رہو۔ جس فرقے سے ہو تمہیں مبارک ہو، جس مسلک پر ہو تمہیں مبارک ہو۔ اللہ کے واسطے اوروں کو بھی مسلمان سمجھو۔ اوروں کو بھی ایمان والا سمجھو، اوروں کے لئے بھی جگہ بناؤ۔ اوروں کو بھی

راستہ دو، جنت بہت بڑی ہے۔خود جنت کے ٹھیکیدار نہ بنو،اسلام کے ٹھیکیدار نہ بنو،اللہ کے ٹھیکیدار نہ بنو، تھانیدار نہ بنواوروں کے لئے بھی راستہ کھلا رکھو۔جو بھی تمہارا مسلک ہے دل میں رکھو،اوپر چھاپ نہ لگاؤ، چھاپ امت کی لگاؤ۔ایک دوسرے پر توپیں کسی ہوئی ہیں، یہ کافر وہ کافر۔پھر دنیا میں مسلمان ہے کون؟میری فریاد ہے، نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے، شہائیوں میں کسی کا نوحہ کون سنتا ہے؟لیکن میں کہوں گا(روتے ہوئے)مجھے پتا ہے میں اس فرقہ واریت کی آگ کو نہیں بجھا سکتا لیکن میں اللہ کی بارگاہ میں ابراہیم کا کبوتر بن کر پیش ہوں گا۔

☆..................☆..................☆

ایک مسجد میں خطاب کرتے ہوئے کہا :

میں علماء سے کہتا ہوں اللہ کے واسطے امت کو دین سمجھاؤ فرقے نہ سمجھاؤ۔اس ممبر کو محبت کے لئے باقی رکھو۔اس ممبر سے آگ نہ بڑکاؤ نفرتوں کی۔میں تمہیں کہتا ہوں بچو ایسی تقریروں سے ایسی کتابوں سے جن سے تم دوسرے مسلمان کے لئے نفرت لے کر اٹھو۔ہر وقت دوسروں پر چڑہائی، کبھی اپنے اوپر بھی چڑہائی کیا کرو۔میں علماء کو ہاتھ جوڑتا ہوں،ہاتھ جوڑتا ہوں جب ممبر پر آؤ تو اسلام پیش کرو،امت کو ٹکڑوں میں تقسیم مت کرو۔

☆.................☆.................☆

ایک اور بیان میں کہا:

مجھے بتاؤ تم میرے نبی کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ وہ تمہیں فرقوں میں بانٹ کر گئے تھے یا امت بنا کر گئے تھے؟ کیوں اس نادان کھیل میں اپنی زندگی برباد کرتے ہو؟ کیوں نہیں مسلمان بن کر رہتے ہو؟ اس امت میں اختلاف شروع سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک نہ جاؤ کے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانا شروع کر دو۔ سنیوں نے کہا وہابی کافر، وہابیوں نے کہا سنی کافر۔ بریلویوں نے کہا دیوبندی کافر، دیوبندیوں نے کہا بریلوی کافر۔ جنت میں کون جائے گا؟ کچھ بھائیو میرے نبی کی محنت کی قدر کرو۔ میرے نبی تو غیروں کو اپنا بنانے آئے تھے ہم نے اپنوں کو غیر بنا دیا۔ اس نفرت کی آگ سے کتنے سر کٹ چکے، کتنے سہاگ اجڑ گئے، کتنی مائیں بے آسرا ہو گئیں، کتنی جوان بیٹیوں کی مانگ ویران ہو گئی، (روتے ہوئے) کیا اسی کا نام اسلام ہے؟ اسی کا نام عشق رسول ہے؟ اسی کو دین کہتے ہیں؟

☆.................☆.................☆

ایک دوسرے کی مسجدوں میں نہیں جاتے ہو، ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے ہو۔ جنت کے ٹھیکیدار بن گئے ہو۔ میرے نبی تو عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھانے کھڑے ہو گئے تھے، جس کا کفر ابو جہل سے بھی بڑا ہے۔ ابو جہل اوپر کی دوزخ میں ہے، عبداللہ بن ابی نیچے کی

دوزخ میں ہے۔ یہ دین تم کہاں سے لائے ہو جس میں تم فرقوں میں بٹ گئے ہو۔ نفرتوں کی آگ تم نے لگادی ہے۔ یہ کہاں سے اسلام آیا ہے؟ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں امت بن کر رہو، مسلم بن کر رہو۔ اپنے اپنے عقیدے پر پکے رہو، دوسرے کے لئے گنجائش رکھو۔

☆..................☆..................☆

پنجاب کی ایک یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

ہائے کفر کے فتوے، میں دھماکوں سے اتنا پریشان نہیں، کیونکہ جو مر رہے ہیں شہید ہو رہے ہیں، اور جو ظالم ہیں اگر یہاں نہ پکڑے گئے تو ایک دن اللہ نے رکھا ہے۔ اس سے میر املک تباہ نہیں ہو گا اس سے میرے ملک میں طاقت آئے گئی، کیونکہ قربانی سے طاقت آتی ہے۔ حضرت حسین نے قربانی دی جبکہ شمر، یزید نے ظلم کیا ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ جو چیز مجھے تڑپاتی ہے، رولاتی بھی پھر میں فریاد بن کر بولتا ہوں۔ فرقہ واریت، فرقہ واریت، فرقہ واریت۔ ممبر رسول محبت کے لئے ہے فرقہ واریت کے لئے نہیں ہے۔ لیکن ہمارا خطیب آتا ہے ایسی تقریر کرتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں آگ لگادیتا ہے۔ اور ایک کو دوسروں سے متنفر کر کے نکل جاتا ہے، وہ اپنے پیسے کھرے کرتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں آگ بھر کے چلا جاتا ہے۔ یہ میرے دیس کا سب سے بڑا روگ ہے۔ معاملات میں سود، سود، سب سے بڑا روگ ہے۔ دین میں فرقہ واریت سب سے بڑا روگ ہے۔ اور معاشرت میں بداخلاقی سب سے بڑا روگ ہے۔ یہ وہ سوراخ ہیں جہاں سے پانی گیا تو کشتی ڈوب جائے گی، ملاحوں کو کیا گلا دینا کہ جب

مسافر ہی کلہاڑیاں لے کر، کدالیں لے کر، آریاں لے کر تختوں کو کاٹ رہے ہیں۔ میں ہواؤں کو کیا کہوں میں طوفانوں کا کیوں گلہ کروں۔

تو اِدھر اُدھر کی نہ بات کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا

مجھے راہزنوں سے گلہ نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

☆.................☆..................☆

انگلینڈ میں خطاب کرتے ہوئے کہا :

اللہ کے واسطے امت بنو، اس امت میں اختلاف رہے گا۔ اختلاف کے باوجود محبت کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن ہماری نفرت یہاں تک چلی گئی ہے کہ سلام کا جواب بھی نہیں دیتے۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں۔ کسی کو کافر کہنا اتنا آسان ہے ؟، اچھا چلو وہ اگر کافر ہے لیکن کہتا یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں تو ایسے شخص کو میرے نبی نے سینے سے لگانا سکھایا ہے، دھکہ دینا تو نہیں سکھایا۔ عبداللہ بن ابی سے بڑھ کر کون کافر ہوگا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا۔ جہنم کے ساتھ قید خانے ہیں،

۱۔ جہنم ۲۔ حطمہ ۳۔ لظی ۴۔ سعیر ۵۔ سقر ۶۔ جحیم ۷۔ہاویہ۔ ابو جہل چھٹے درجے جحیم میں ہے جبکہ عبداللہ بن ابی ساتویں درجے ہاویہ میں ہے۔ میرے نبی نے تو منافقوں کو بھی سینے سے لگایا، (اس کا جنازہ پڑھایا، کرتا دیا، اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈالا کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان

کہتا تھا)۔ عبداللہ بن ابی کے بیٹے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جوٹھا پانی اپنے باپ کو دیا تو اس نے یہ کہہ کر پینے سے انکار کر دیا کہ پیشاب لے آؤ وہ پی لوں گا یہ نہیں پیوں گا۔ اس کے بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ لوگ کہیں گے محمد اپنے پاس بیٹھنے والوں کو قتل کرتا ہے۔ تم اس کی امت ہو کر فرقہ واریت میں بٹ گئے، تم کیا میسج دے رہے ہو پوری دنیا کے مسلمانوں کو۔ چھوٹے چھوٹے اختلاف پر یہ کافر وہ کافر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک منافق کا پتا تھا کہ فلاں فلاں منافق ہے لیکن آپ نے زندگی بھر کسی کو نہیں بتایا، سب کو سینے سے لگایا ہے۔

☆.................☆.................☆

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

مذہبی تعصب کی آگ زرعی یونیورسٹی سے نہیں اٹھی، وہ گورنمنٹ کالج، گورنمنٹ یونیورسٹی سے نہیں اٹھی، وہ فیصل آباد کے آٹھ بازاروں سے نہیں اٹھی۔ یہ آگ ممبر سے بھڑکائی گئی ہے۔ اس کے قصوروار پروفیسر نہیں ہیں، عوام نہیں ہیں، اس کے قصوروار ممبر والے ہیں۔ جو ممبر محبت کے لئے تھا وہی ممبر نفرت کی آگ آگ آگ، تقریر نہیں ہوتی شعلے نکل رہے ہوتے ہیں۔ اور اس میں گھر نہیں جلتے بدن جل رہے ہیں، ایمان جل رہے ہیں۔ اور اس حد تک نفرت ہے کہ ایک دوسرے کو سلام بھی نہیں کرتے۔ ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں بھی نہیں

پڑھتے۔اس نفرت کے ساتھ ہم اللہ کی قسم اللہ کی نظروں سے گر جائیں گے۔جو تمہارا عقیدہ ہے اس پر پکے رہو لیکن کسی کو جہنمی نہ کہو، کسی کو جھٹ سے کافر نہ کہو۔

☆..................☆..................☆

مولانا زاہد الراشدی (دیوبندی)

مسلکی دائرہ

میرے ذہن میں پائی جانے والی دوسری الجھن یہ ہے کہ ہم نے کم و بیش حتمی طور پر یہ طے کر لیا ہے کہ علم و تحقیق کا ہر کام ہم نے دیوبندیت ہی کے حوالے سے کرنا ہے اور مسلکی دائرہ سے باہر دیکھنے کی کبھی زحمت گوارہ نہیں کرنی۔ میرے نزدیک یہ طریق کار درست نہیں ہے اور پاکستان کے معروضی حقائق اور حالات سے مطابقت نہیں رکھتا، اس حوالے سے میرے ذہن کی سوئی تمام مکاتب فکر کے اکتیس سرکردہ علماء کرام کے بائیس دستوری نکات پر اٹکی ہوئی ہے اور اس سے آگے چلنے کے لئے تیار نہیں ہے۔۔۔ پانچویں فقہی کانفرنس کے حوالے سے چند گذارشات، روزنامہ اسلام 2004

☆..................☆..................☆

ہمارے ہاں بد قسمتی سے یہ مزاج راسخ ہوتا جا رہا ہے کہ ہم نے جس کے خلاف کچھ کہنا ہوتا ہے، اس کا موقف اس سے نہیں پوچھتے بلکہ اس کی چند عبارات کو سامنے رکھ کر خود طے کرتے ہیں اور اگر وہ جواب میں اپنے موقف کی وضاحت کرے تو اسے یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ماضی میں یہ طرز عمل مولانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے اختیار کیا تھا کہ علماء کی کتابوں سے اپنے

مطلب کی چند عبارات منتخب کر کے ان سے اپنی مرضی کے نتائج اخذ کیے تھے اور ان پر ایک استفتا کی بنیاد رکھ کر حرمین کے علماء کرام سے فتویٰ حاصل کیا۔ ہمارے ہاں یہ مزاج بن گیا ہے کہ ہر اختلاف کو کفر و اسلام کا معرکہ بنالیا جاتا ہے، ہر جھگڑے کو 302 کا کیس بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

☆..................☆..................☆

مولانا بلا عبدالحہ حسنی ندوی (رائے بریلی ہند)

کسی نے بڑی حکیمانہ بات کہی ہے کہ فقہی آراء و مسالک ترجیح کے لئے ہوتے ہیں تبلیغ کے لئے نہیں ہوتے۔ قدیم زمانے سے امت کے علماء نے یہی طریقہ کار اختیار کیا اور کبھی کسی مسلک کی با قاعدہ تبلیغ و دعوت کا کام نہیں کیا گیا، یہ سب فقہی مسالک حق ہیں۔ (مسلکی اختلاف اور راہ اعتدال)

☆..................☆..................☆

مولانا یوسف لدھیانوی شہید (دیوبندی)

حنفی وہابی اختلاف

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں، دونوں قدموں میں فاصلہ کتنا ہو، رفع یدین کیا جائے یا نہیں، آمین اونچی کہی جائے یا آہستہ، فاتحہ خلف الامام وغیرہ ان مسائل کو میں فروعی اختلاف سمجھتا ہوں۔ دونوں فریقوں میں سے جس کی جو تحقیق ہو اس کے لئے اسی پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر اہل حدیث حضرات ہمارے امام ابو حنیفہ کی تحقیق پر مطمئن نہیں تو انہیں اس پر کیوں مجبور کیا جائے؟ اسی طرح اگر ہمارے نزدیک اہل حدیث حضرات کی تحقیق لائق اطمینان نہیں تو کوئی ضروری نہیں کہ ہم ان کی تحقیق پر عمل کریں۔ اختلاف امت اور صراط مستقیم

☆..................☆..................☆

ڈاکٹر علامہ طاہر القادری (بریلوی)

یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ خدا رسول نے کسی بھی فرقے اور مسلک کے نام پر جنت کا پروانہ جاری نہیں کیا۔ اگر کوئی اس زعم میں مبتلا ہو کر وہ محض فلاں مسلک سے متعلق ہونے کی بنا پر جنت کا حقدار ہے تو یہ اس کی خام خیالی اور خود فریبی ہے۔ ایسے تصورات کے پیچھے یہودیوں کی وہی نفسیات کار فرما ہوتی ہے جس کے تحت وہ کہتے تھے کہ جو یہودی ہو گیا اسے جنت کی ضمانت مل گئی جس کی شہادت سورہ بقرہ آیت 111 میں موجود ہے۔۔۔(فرقہ واریت کا خاتمہ کیونکر ممکن صفحہ 24)

فرقہ بندی زیاں کاری ہے۔

آج شومئ قسمت سے حالت یہ ہو گئی ہے کہ ملت اسلامیہ مختلف طبقوں اور فرقوں میں منقسم ہو کر اپنے اپنے مسلک کے تحفظ کو اسلام کی سلامتی اور استحکام کا ضامن گردان رہی ہے۔ ہر

مسلک کے پیروکار اس حقیقت سے کلی طور پر اغماض برت رہے ہیں کہ اگر خدانخواستہ دشمن کے ہاتھ اسلام کے دامن تک پہنچ گئے اور خاکم بدہن محمد عربی ﷺ کی ملت کو اجتماعی طور پر کوئی گزند پہنچ گیا تو تمہارے مسلکوں اور فرقوں کو کون سلامتی کی ضمانت دے گا؟۔(فرقہ واریت کا خاتمہ کیونکر ممکن صفحہ 15)

فرقہ پرستی کی تنگناوں میں بھٹکنے والے ناعاقبت اندیش مسلمان کے لئے زوال بغداد کی تاریخ عبرتناک منظر پیش کررہی ہے۔656ہجری کادور تھا، گلی کوچوں میں فرقہ پرستی کا بازار گرم تھااور مسلکوں کی باہمی کشمکش عروج پر تھی،اندرونی خلفشار سے مسلمانوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ منگولوں اور تاتاریوں نے حملہ کرکے نہ کسی سنی کو چھوڑااور نہ کسی شیعہ کو۔۔۔اگر پاک سرزمین پر دشمن کے قدم پہنچ گئے تو ہمارا ابھی حشر دوسروں سے مختلف نہ ہوگا اس میں نہ کوئی بریلوی بچ سکے گا نہ دیوبندی،نہ کوئی اہلحدیث۔(فرقہ واریت کا خاتمہ کیونکر ممکن صفحہ 16)

☆..................☆..................☆

سورہ انعام میں ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو پارہ پارہ کردیااور وہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے آپ کسی چیز میں ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔159

ذرا غور کیجئے! فرقہ پرستی کو قرآن نے کیسی بدبختی سے تعبیر کیا ہے، دینی وحدت کو پارہ پارہ کرنا اور باہمی نفرت وانتشار کو ہوا دینا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی پاداش میں نبی خود ایسے امتیوں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں گویا امت کا تعلق اپنے نبی کے دامن سے اسی وقت برقرار رہ سکتا ہے جب تک امتی اپنے آپ کو ایک وحدت کی لڑی میں منسلک رکھیں۔ صفحہ 19

تفرقہ پروری نگاہِ نبوت میں

ملی شیرازہ کو تفرقہ وانتشار کے ذریعے تباہ کرنے والوں کے لئے نبی اکرم ﷺ نے انتہائی سخت احکامات صادر فرمائے ہیں۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد، یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب حکم من فرق امر المسلمین۔)

جو شخص بھی تمہاری جماعت کی وحدت اور شیرازہ بندی کو منتشر کرنے کے لئے قدم اٹھائے اس کا سر قلم کر دو۔

وقت آن پہنچا ہے کہ ہم فرقہ پرستی کی زبانی مذمت پر ہی اکتفانہ کریں بلکہ اس کے خاتمے کے لئے ایسا لائحہ عمل اختیار کریں جس پر سب مسالک اور مکاتب فکر متفق ہو سکیں اور اوائل دور اسلام کی ملی وحدت کی یاد کو پھر سے تازہ کر سکیں۔ صفحہ 23

☆.................☆.................☆

بخشش اور مغفرت کا دار و مدار کسی طبقے یا فرقے کے عنوان کی بنیاد پر نہیں بلکہ ہر شخص کے ذاتی عقیدے اور عمل صالح کے باعث خدا کے فضل و کرم پر ہے۔ نجات کی کسوٹی یہ نہیں کہ وہ کس فرقے میں سے ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ خدا اور سول کی تعلیمات کے کتنا قریب ہے سرور دو جہاں ﷺ کی محبت و اطاعت میں کس قدر سچا ہے اور اپنے فکر و عمل سے دین اسلام کا کس قدر متبع اور وفادار ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ وحدت ملی کے تصور کو فرقہ پرستی کے ہاتھوں نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ یہ لعنت ہماری زندگی کے لئے زہر ہلاہل کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اس سے بڑ کر ظلم یہ ہے کہ ہم نے اپنے علمی اختلافات و نزاعات کا موضوع بھی ذات مصطفی ﷺ کو بنالیا ہے۔ صفحہ 25

آنحضرت ﷺ کی ذات رنگ و نسل پر مبنی تفاخر و عصبیت کے تمام بتوں کو توڑنے اور بنی نوع انسان کو تشتت وافتراق سے نجات دے کر ایک دینی وحدت کی لڑی میں پرونے کے لئے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہی ذات آج اپنے نام لیواوں کے مابین اختلاف و نزاع کا موضوع بنی ہوئی ہے۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ بارگاہ مصطفوی ﷺ

سے وابستگی کو بنائے اتحاد بنانے کی بجائے مسلمان اسے باہمی تفرقہ، مغائرت، مخاصمت اور نفرت کے شعلوں کی ہوا دینے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ صفحہ 25

برادران اسلام! آیئے کم از کم ایک عہد تو ہم سب مل کر کریں کے اختلافات کے ہزاروں دائرے ہو سکتے ہیں۔ان میں حسب ضرورت طبع آزمائی کر لیں گے، مگر ذات مصطفوی ﷺ جو ہر ایک کی محسن بلکہ محسن کون و مکان ہے اسے محل نزاع بنانے سے گریز کریں گے۔
مسلمانوں کے مابین خدا رسول، دین، قرآن اور کعبہ پر کوئی اختلاف و نزاع گوارا نہیں کیا جانا چاہیے۔ صفحہ 26

اتحاد واخوت کے فروغ کا ممکنہ لائحہ عمل، عقائد و اعمال کے مشترک پہلو بیان کیے جائیں، مثبت اور غیر تنقیدی اسلوب تبلیغ، حقیقی رواداری کا عملی مظاہرہ اور عدم اکراہ کا قرآنی فلسفہ اختیار کیا جائے۔

سب مسلمان توحید و رسالت وحی اور کتب سماوی کے نزول، آخرت کے انعقاد، ملائکہ کے وجود حضور ﷺ کی رسالت، نماز روزہ، زکوۃ اور حج کی فرضیت وغیرہ جیسے معتقدات اور اعمال پر یکساں ایمان رکھتے ہیں اور اگر کہیں کوئی اختلاف ہے تو صرف فروعی حد تک، اور وہ بھی ان کی

علمی تفصیلات اور کلامی شروحات متعین کرنے میں ہے۔اس سے عقائدِ اسلام کی بنیادوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

آقادوجہاں ﷺ کی ایک سنت

ہجرت کے بعد اسلامی ریاست کو مضبوط کرنے کے لئے یہودیوں کو مشترکہ عقائد پر اتحاد کرنے کی دعوت دی گئی جسے سورہ آل عمران 64 میں بیان کیا گیا ہے:

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم۔

اس دعوت اتحاد کے نتیجے میں میثاق مدینہ ہوا۔اگر اسلامی ریاست کے استحکام کی خاطر غیر مسلموں کو ایک نقطہ اشتراک کی بنیاد پر دعوت اتحاد دی جاسکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک خدا ایک نبی ایک کتاب ایک دین اور ایک کعبہ کے ماننے والوں کے درمیان اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اتحاد ویگانگت کے لازوال رشتے قائم نہ کیے جاسکیں۔آج فرزندان توحید آقائے دوجہاں ﷺ کی اس سنت سے بہت دور چلے گئے ہیں۔صفحہ 31

آج کے مسلمان عملاً یہود سے بھی آگے گزر گئے ہیں کہ اپنے گروہی، مسلکی جماعتی اور طبقاتی مفادات کی خاطر انہیں رسول اکرم ﷺ کی تعلیم وحدت کا اتنا بھی پاس نہیں رہا کہ اسلام کی کشتی میں سوار ہر فرقہ کشتی ملت کے تختوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر سمندر میں پھینک رہا ہے اور کسی کو

اتنا بھی خیال نہیں کہ اگر خدانخواستہ یہ کشتی ڈوب گئی تو وہ بھی بھی سب اس کے ساتھ غرق ہو جائیں۔ صفحہ 32

بحمد للہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے، البتہ فروعی اختلافات صرف جزئیات اور تفصیلات کی حد تک ہیں جن کی نوعیت تعبیری اور تشریحی ہے۔ اس لئے تبلیغی امور میں بنیادی عقائد کے دائرہ کو چھوڑ کر محض فروعات و جزئیات میں الجھ جانا اور ان کی بنیاد پر دوسرے مسلک کو تنقید و تفسیق کا نشانہ بنانا کسی طرح دانشمندی اور قرین انصاف نہیں۔ صفحہ 37

عام مشاہدے کی بات ہے کہ جدید نسل کی بڑھتی ہوئی گمراہی اور بے راہ روی کے ذمہ دار اتنے الحاد ولادینیت کا پرچار کرنے والے نہیں جتنے کہ اسلام کی تبلیغ کرنے والے مبلغ اپنے کردار کی گراوٹ اور فکر و عمل کے تضاد کی وجہ سے ہیں۔ لہٰذا اولین ضرورت یہ ہے کہ اصلاح کے ان پہلوؤں کو موضوع تبلیغ بنایا جائے۔ صفحہ 39

یہ عام مشاہدہ ہے کہ دینی مدرسوں کے فاضل علماء نور و بشر اور حاضر و ناظر جیسے موضوعات پر تو گھنٹوں تقریر کر سکتے ہیں لیکن امت مسلمہ کو درپیش جدید مسائل جیسے اسلام کا معاشی نظام، بین الاقوامی تعلقات، اقوام عالم کے ساتھ جنگ و صلح کے ضابطوں، اسلامی تہذیب و ثقافت، سیاسی پالیسی، اسلامی تعزیرات اور اسلامی معاشرت کے استحکام کے ضابطے کے الاماشاءاللہ بہت کم معلومات رکھتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ آج کی نوجوان نسل دینی علوم سے بے بہرہ اور فرقہ پرست علماء سے حد درجہ بیزار نظر آتی ہے۔ صفحہ 65

صریح فرقہ پرستی کا شکار ایسے لوگ ہوئے، جن کی تعلیم و تربیت مخصوص مسلکی ماحول میں ہوئی اور دینی مدارس میں زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کے بعد جب وہ عملی زندگی کے میدان میں داخل ہوئے تو انہوں نے مسلک پروری اور اپنے مخصوص عقائد و نظریات کی تبلیغ کو ہی اپنا مطمع نظر بنالیا، اس طرح فرقہ پرستی کی جڑیں گہری ہوتی چلی گئیں۔ 76

یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہو رہی ہے کہ فرقہ پرستی کا ماحول کسی طرح بھی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں، بلکہ یہ تصور جدید ماحول کے پروردہ اور روشن دماغ لوگوں میں مزہب سے نفرت اور بے زاری کا باعث بن رہا ہے۔ 76

فرقہ پرستانہ تقریروں سے نیم خواندہ لوگ تو لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن جب ان تقریروں کا طلسم ٹوٹتا ہے اور لوگ ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں تو دو گھنٹہ کی تقریر محض سعی لاحاصل دکھائی دینے لگتی ہے۔ان تقریروں سے اسلام کی کون سی خدمت بجالائی گئی اور ملت اسلامیہ کی ترقی اور ارتقاء کی کون سے راہیں کھلیں۔یہ سوالات انسانی ذہن میں انگڑائیاں لینے لگتے ہیں کیونکہ نوجوان نسل فرقہ پرستی کے چنگل سے آزاد ہونا چاہتی ہے۔77

علماء کی فرقہ پرستانہ تقریروں کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جدید سکالرروشن خیالی اور آزادروی یا مذہبی رواداری کے نام پر اسلام کی ایسی زہر آلود تشریح و تعبیر کرنے لگتے ہیں جس سے فرقہ پرستی سے بیزار مسلم نوجوانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسایا جاسکے۔یہ نام نہاد ''اتحاد امت'' کے علمبردار فرقہ پرستی کی اعلانیہ مذمت کرنے اور خود کو اس سے ماوراء قرار دینے کے بعد نوجوان نسل کے زہنوں میں ایسا زہر انڈھیلتے ہیں جس کے اثرات فرقہ پرستی سے کہیں زیادہ ضرررساں ہوتے ہیں۔77

آج کا نوجوان

اسلامی تعلیمات سے والہانہ وابستگی رکھنے والا نوجوان مسلمان جب اپنے گردوپیش فرقہ پرستی کی دیواریں کھڑی دیکھتا ہے تو وہ اسلام سے ہی بیزار ہونے لگتا ہے اور بالآخران نام نہاد مصلحین کے

ہتھے چڑھ جاتا ہے جو ہر مسلک اور مکتب فکر کے خلاف زہر اگلتے ہیں اور فرقہ پرستی یا منافرت کی تردید کے نام پر اسے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہی بیگانہ بناڈالتے ہیں۔ صفحہ 78

فرقہ پرستی کے پیرو اور نام نہاد مبلغین بڑے شدومد سے دعوے کرتے ہیں کہ حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں اور ان کے سوا باقی سب دنیا جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہی ہے۔ سوچیے اور غور کیجیۓ کہ اگر ذہنی تعصب اس حد تک پہنچ جائے تو اس فضا میں جنم لینے والی فرقہ پرستی کتنی خطرناک مضمرات کی حامل ہو گی۔ 87

فرقہ پرستی کسی خاص مسلک، مکتب فکر یا کسی مخصوص عنوان کو نہیں کہتے، بلکہ اُس سوچ اور زاویہ نگاہ کو کہتے ہیں جو ہر دوسرے کو غیر مسلم، لادین اور کافر مشرک بنانے سے عبارت ہو اور جس کے نتیجے میں صرف خود کو حق پر قائم تصور کیا جائے اور باقی تمام مسلمانوں کو گمراہ۔ 87

اس وقت عملاً صورت حال یہ ہے کہ ہر طبقہ و مسلک کے ذمہ دار افراد امت کو انتشار و افتراق کی آگ سے نجات دلانے اور وحدت و یکجہتی کی فضا کو فروغ دینے کے لئے اتحاد و اخوت کی بات تو کرتے ہیں، اخباری بیانات کے ذریعے فرقہ وارانہ رجحانات کی مذمت بھی کرتے ہیں لیکن

انہیں بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اپنی جماعت، تنظیم اور مسلک سے تعلق رکھنے والے کون کون سے افراد فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دینے میں ملوث ہیں وہ نہ تو انہیں اس عمل سے روکتے ہیں اور نہ ان کے خلاف جماعتی سطح پر کوئی کاروائی عمل میں لاتے ہیں۔88

قرآن شاہد ہے کہ منافقین مدینہ نے ''مسجد'' کے نام پر ایک مذہبی مرکز اور عبادت گاہ تعمیر کی تھی۔ چونکہ اس کا مقصد مسلمان میں تفرقہ پیدا کرنا اور اسلام کے استحکام کو نقصان پہنچانا تھا اس لئے نبی اکرم ﷺ کو نہ صرف اس میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا گیا بلکہ اسے مسمار کر کے جلا دینے کا حکم صادر ہوا۔ جس طرح اس مسجد کا مسمار کیا جانا کسی اسلامی شعار کی بے حرمتی کا سبب نہیں بنا اسی طرح تفرقہ پرست افراد کے خلاف تعزیری کاروائی قطعا علماء اسلام کے تقدس کے خلاف تصور نہیں ہو سکتی۔91

امت کا اختلاف اس وقت تک رحمت ہے جب تک یہ علمی حلقوں اور علماء کے دائروں میں محدود رہے لیکن جب یہ اختلاف علمی اجتہاد وارتقاء کی بجائے سیاسی مقاصد اور حصول جاہ منزلت کے لئے استعمال ہونے لگے تو پھر یہ اختلاف باعث رحمت و ثواب نہیں بلکہ باعث زحمت و عذاب بن جاتا ہے۔ اور امت مسلمہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ ہر عامی شخص

اختلافی مسائل کو ہوا دینے لگتاہے اور فروعات میں الجھ کر ہمہ وقت ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو مرنے مارنے پر اتر آتاہے۔94

تاریخ کا جائزہ لینے سے پتہ چلتاہے کہ سارے مسلکی اختلافات جن پر آج ایک دوسرے کو گردن زدنی قرار دیا جاتاہے بر صغیر کی تاریخ میں گزشتہ 100 سال سے زیادہ پرانے نہیں۔اس دور سے پہلے کے سب بزرگ مثلاً مجدد الف ثانی، شیخ عبد الحق، شاہ ولی اللہ وغیر ہم کے سامنے سب کی آنکھیں جھک جاتی ہیں۔96

☆.................☆.................☆

متین خالد لکھتے ہیں

سب سے المناک پہلو اہلسنت والجماعت کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں (بریلوی، دیوبندی) میں بانٹ دیاہے۔دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی، حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت، قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے۔لیکن بسا اوقات طرزِ تحریر میں بے احتیاطی اور اندازِ تقریر میں بے اعتدالی کے باعث غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور باہمی سوء ظن ان غلط فہمیوں کو ایک بھیانک شکل دے دیتاہے۔اگر تقریر و تحریر میں احتیاط و اعتدال کا مسلک اختیار کیا

جائے اور اس بد ظنی کا قلع قمع کر دیا جائے تو اکثر و بیشتر مسائل میں اختلاف ختم ہو جائے۔ اور اگر چند امور میں اختلاف باقی رہ بھی جائے تو اس کی نوعیت ایسی نہیں ہو گی کہ دونوں فریق عصر حاضر کے سارے تقاضوں سے چشم پوشی کیے، آستینیں چڑھائے، لٹھ لیے ایک دوسرے کی تکفیر میں عمریں برباد کرتے رہیں۔ ملت اسلامیہ کا جسم پہلے ہی اغیار کے چرکوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ ہمارا کام تو ان خونچکاں زخموں پر مرہم رکھنا ہے۔ ان رستے ہوئے ناسوروں کو مندمل کرنا ہے۔ اس کی ضائع شدہ توانائیوں کو واپس لانا ہے۔ یہ کہاں کی دانش مندی اور عقیدت مندی ہے کہ ان زخموں پر نمک پاشی کرتے رہیں۔ ان ناسوروں کو اذیت ناک اور تکلیف دہ بناتے رہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اختلاف مذہبی ہو یا دیگر نوعیت کا، ایک دوسرے کے گلے کاٹنے پر منتج نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے ان مسلکی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر سیکولر اور بے دین لوگ اپنے زہریلے پروپیگنڈے سے ہماری نوجوان نسل کی برین واشنگ کر رہے ہیں۔ یوں نوجوانوں کی اکثریت تیزی سے اسلام سے متنفر اور برگشتہ ہو رہی ہے۔ یہ ایک ایسا نقصان ہے جس کی شاید کبھی تلافی نہ ہو سکے۔ نئی نسل پریشان ہے کہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بلاوے پر کس مسلک کی مسجد میں جائے جبکہ مساجد تو اللہ کے گھر ہیں۔ ہمارے اِس باہمی انتشار و خلفشار پر ابلیس شاداں و فرحاں ہے جبکہ حضور نبی کریم ﷺ بے حد افسردہ ہیں۔ کوئی ہے جو اس پر سوچے۔

امام الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے کسی مرید کو خلافت عطا کر کے تبلیغ دین کے لیے بھیجنے لگے تو اسے اس بات کی وصیت فرمائی کہ خدائی اور نبوت کا دعویٰ مت کرنا۔اس نے حیرت سے پوچھا: ''حضرت! سالہا سال تک آپ کی صحبت کا فیض پایا ہے۔ کیا اب بھی اس بات کا امکان ہے کہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگوں گا؟ انہوں نے فرمایا: ''خدا وہ ہے کہ جو وہ کہہ دے، وہی اٹل ہو اور اس کے خلاف ممکن نہ ہو۔ پس جو انسان اپنی رائے کو یہ حیثیت دے کہ اس سے اختلاف ناممکن ہو تو اس سے بڑھ کر خدائی کا دعویٰ اور کیا ہو گا؟ اسی طرح نبی وہ ہے کہ جو بات وہ کہے، وہی سچ ہو اور اس میں جھوٹ کا احتمال نہ ہو، پس جو شخص اپنے قول کے بارے میں یہ دعویٰ کرے کہ یہی سچ ہے اور اس کے خلاف ممکن نہیں تو اس سے بڑھ کر نبوت کا دعویٰ اور کیا ہو گا۔ ہمیں اختلافات کے ساتھ زندہ رہنے کا فن سیکھنا ہے۔ یہی ہماری آزمائش ہے اور اِسی میں ہماری بقا اور سلامتی ہے۔

اسلام فتویٰ سے نہیں، تقویٰ سے پھیلا ہے۔

ہمارے زوال کا اصل سبب آپس میں تفرقہ بازی اور گروہ بندی ہے۔اسلام دشمن طاقتوں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف مسالک کے علمائے کرام کو آپس میں لڑوایا جائے تا کہ اِن کی قوت مضبوط نہ ہو سکے۔اس سلسلہ میں اسلام دشمن طاقتیں غیر مرئی طریقے سے ہر قسم کے وسائل بروئے کار لاتی ہیں۔ چنانچہ جب مسالک کے درمیان نفرت وعداوت کی آگ بھڑکتی ہے تو اِن کے درمیان اتحاد واتفاق ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے سر پھٹول پر اتر

آتے ہیں۔اِس صورت حال کا فائدہ اٹھا کر اسلام کے خلاف نئے نئے فتنے سر اٹھانے لگتے ہیں جس میں سراسر نقصان صرف اسلام اور مسلمانوں کا ہوتا ہے۔کاش تفرقہ بازی کی تعلیم دینے والوں کو معلوم ہوتا کہ کسی کو مسلمان بنانا کتنی محنت، مشقت، ریاضت اور دلسوزی کا کام ہے اور پل بھر میں کسی کو کافر بنا دینا کتنی بڑی جسارت ہے۔انسان کانپ اٹھتا ہے کہ حضرات انبیاورسل علیہم السلام نے جانیں کھپا دیں لوگوں کو مسلمان بنانے میں اور ہم زبان کی ایک ہی حرکت سے لاکھوں مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔کاش! ہم میں سے کسی نے اپنے کردار، اخلاق، علم، عمل اور محبت کے ساتھ کسی غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام کیا ہوتا تو ہمیں اُس کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا۔فرقہ واریت کا ناسور ہمارے معاشرے میں کس قدر سرایت کر چکا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج کا مسلمان...... خود کو مسلمان کہلوانے کے بجائے اپنے مسلک کو ترجیح دیتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے حالانکہ قرآن مجید نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔افسوس! فرقہ واریت کا ناسور آج غیر مسلموں کے اسلام میں داخلے کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

مجاہد اسلام جناب غازی احمدؒ (سابق کرشن لعل)

ہندوازم چھوڑ کر دین اسلام قبول کرنے والے معروف سکالر، دانشور اور مجاہد اسلام جناب غازی احمدؒ (سابق کرشن لعل) کے حالاتِ زندگی نہایت ایمان افروز اور عزیمت سے بھرپور ہیں۔ان کا تعلق میانی بوچھال کلاں ضلع چکوال سے تھا۔انہیں یہ اعزاز اور سعادت حاصل ہے

کہ انہوں نے عالم رؤیا میں سید المرسلین، حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور نہایت شفقت فرمائی۔ وہ اپنے ہر خطاب میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فتنہ قادیانیت کا رد بھی کرتے۔ آیئے! ایک دلخراش واقعہ ان کی زبانی سنتے ہیں:

" ایک دفعہ مجھے ملتان سے ایک نو مسلم عیسائی کا خط موصول ہوا جس میں اُس نے لکھا کہ وہ میری کتاب "من الظلمات الی النور، کفر کے اندھیروں سے نور اسلام تک" پڑھ کر مسلمان ہو گیا ہے لیکن اب پریشانی یہ ہے کہ مجھے کس مسلک میں جانا چاہیے کیونکہ ہر مسلک دوسرے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج گردانتا ہے۔ میں اُس کا خط پڑھ کر شدید صدمے میں مبتلا ہوا۔ کچھ دنوں بعد ملتان میں اپنے ایک دوست کو خط لکھ کر اس نو مسلم سے رابطہ کرنے کو کہا جس نے جواب میں دل ہلا دینے والی بات بتائی کہ وہ نو مسلم مسلمانوں کے مختلف مسالک کی آپس میں لڑائی سے دلبرداشتہ ہو کر واپس عیسائی ہو گیا ہے۔ اس بات سے مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میں تمام علمائے کرام سے پوچھتا ہوں کہ خدارا بتایا جائے کہ اس نقصان کا ذمہ دار کون ہے؟

شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر

اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے!

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مذہب کے نام پر منبر و محراب سے تفرقہ بازی کا درس دینے والے نام نہاد علما جب امن کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لیے گورنر، وزیر اعلیٰ، ڈی سی او یا ڈی پی او کے دفتر میں جمع ہوتے ہیں تو سب اپنے اپنے اختلافات بھلا کر آپس میں شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے مصافحہ بلکہ معانقہ کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں کے بچھڑے ہوئے بھائی اب ملے ہیں۔ ایک ہی میز کے ارد گرد بیٹھ کر سب مل کر چائے پیتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بسکٹ پیش کرتے ہیں۔ اپنی اپنی تقاریر میں پر جوش انداز میں امن و امان اور مسلمانوں کے درمیان محبت و اخوت اور اتفاق و یگانگت کے فروغ کے لیے اپنی اپنی قیمتی تجاویز پیش کرتے ہیں۔ انتظامیہ کو مکمل تعاون کی یقین دہانی کراتے ہیں۔ ایسا نا قابل یقین منظر پیش ہوتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحبانِ جبہ و دستار میں کبھی دوری تھی نہ رنجش، سب ایک ہی فیملی کے ممبر معلوم ہوتے ہیں۔ یہی صورتحال رویت ہلال کمیٹیوں کے اجلاسوں میں ہوتی ہے۔...... لیکن افسوس! صد افسوس!! جو نہی یہ حضرات واپس اپنے اصل مقام پر پہنچتے ہیں تو پھر وہی پرانا گورکھ دھندا، وہی طعن و تشنیع، وہی تفرقہ بازی، وہی مسلکی مناقشات۔ کیا یہ مذہب کے نام پر جھوٹ، ملمع کاری اور منافقت کا مظاہرہ نہیں؟

ہمیں غور و فکر سے کام لے کر سوچنا چاہیے کہ کیا قبر میں ہمیں ہمارے مسلک کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ کیا محشر میں فروعی اختلافات کے بارے میں دریافت کیا جائے گا؟ اگر شفیع

المذنبین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں محشر میں پوچھ لیا کہ میری ختم نبوت پر حملے ہو رہے تھے، میری عزت و ناموس پر کتے بھونک رہے تھے، تم نے کیا کیا؟ ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ آئے روز دنیا بھر میں اسلام، قرآن اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تضحیک کی جاتی ہے مگر ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور اگر کوئی شخص اس سلسلہ میں کام کرتا ہے تو اس پر مخالف مسلک کے آدمی ہونے کا الزام لگا کر اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اس کی نیت پر شک کیا جاتا ہے۔ افسوس! ہم نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا محاذ دشمنانِ اسلام کی یلغار کے لیے خالی چھوڑ دیا۔ ہمیں لڑنا کسی اصل محاذ پر چاہیے تھا جبکہ ہم نے طاقت کسی اور محاذ پر لگا دی۔ معمولی فروعی اختلافات کی حدود توڑ کر جنگ وجدال اور نفرت وعداوت تک پہنچ جاتے ہیں۔ افسوس! یہ سب کچھ خدمت اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے۔ مسلکوں کی لڑائی کو جہاد کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بات ماننا تو کجا، کوئی سننے کے لیے بھی تیار نہیں۔ اس رویے کو صحیح احادیث میں قوموں کی گمراہی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں ایک منٹ کے لیے تنہائی میں بیٹھ کر سوچنا چاہیے کہ کیا یہ وہی مسائل ہیں جن کے لیے قرآن مجید نازل ہوا؟ کیا حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی ا؟ علیہ وآلہ وسلم انہی مسائل کے لیے مبعوث ہوئے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ نے ان مسائل کے لیے عظیم الشان قربانیاں دی تھیں؟ کیا اولیا کرامؒ نے ان مسائل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں؟

معروف روحانی بزرگ حضرت صوفی برکت علیؒ (سالار شریف والے) اتحاد امت کے بارے میں بڑی دلسوزی اور درد مندی سے فرماتے ہیں: ''اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم پکار ہے۔ اے مسلمان! اے میری جان! اتحاد وقت کی اہم ترین پکار ہے۔ قومیت و فرقہ وارانہ کشیدگی سے بالاتر ہو کر ملتِ اسلامیہ کے مابین اتحاد و اخوت کو فروغ دینے کے لیے متحد ہو جا۔ ظلم و جارحیت کو مٹانے کے لیے متحد ہو جا۔ مظلوم و مجبور کی حمایت کے لیے متحد ہو جا۔ اللہ کے دین اسلام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کے لیے متحد ہو جا اور ضرور ہو جا۔ یہ اختلافات بھی کوئی اختلافات ہیں۔ ان سب کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کے برکت والے نام پہ، اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کے وقار کو بلند تر کرنے کے لیے متحد ہو جا اور ضرور ہو جا، ہر قیمت پہ ہو جا۔ جس طرح بھی ہو سکے ہو جا۔ اگر اس راہ میں تیری جان کی بھی ضرورت پڑے تو گریز نہ کر''۔

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

ڈاکٹر محمود احمد غازی

قارئین کرام سابق وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم بہت بڑے عالم فاضل شخصیت تھے، موضوع کی مناسبت سے ان کی ایک تقریر یہاں پیش کی جارہی ہے۔

عارفِ ربانی شیخ عبدالغنی العمری الحسنی کے نویں لیکچر کے ابتدائی نصف حصے کا ترجمہ کیا ہے جو پیشِ خدمت ہے۔۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمدللہ ربّ العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خاتم النبیّین واشرف المرسلین سیّدنا محمّد وعلٰی آلہ واصحابہ والتّابعین۔امّا بعد:

آج ہم اس فرقہ بندی پر گفتگو کریں گے جو امت میں ظہور پذیر ہوئی اور ایک فریق کے مقابلے میں کسی دوسرے فریق کی حمایت کی بجائے اس معاملے پر شریعت اور حقیقت کی جہت سے نظر ڈالیں گے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

ضروری ہے کہ ہم اس بات کا ذکر پہلے سے ہی کر دیں کہ اللہ تعالٰی نے دین میں تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے، تاکہ دین اس امت کو آراء کے اختلاف کے باوجود مجتمع رکھ سکے۔اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔

)بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو پارہ پارہ کردیااور فرقوں میں بٹ گئے، آپ کسی معاملے میں ان میں سے نہیں، انکا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہ انہیں ان کاموں سے آگاہ فرمادے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (

اور ہم آگاہ کرتے چلیں کہ زیادہ تر مسلمان اس آیت سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو پارہ پارہ کردیااور فرقوں میں بٹ گئے، وہ کسی معاملے میں آپ میں سے نہیں ہیں (لیسوامنک فی شئ)، جبکہ معنی بالکل مختلف ہیں۔اور یہ اسلئے کہ معاملے کا تعلق امتِ واحدہ سے ہے۔چاہے یہ خاص امتِ محمدیہ ہو یا عام۔اور ہو سکتا ہے کہ ہم اس بات کی کچھ تفصیل یہاں پیش کریں۔

لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی معاملے میں بھی ان میں سے نہیں ہیں۔کیونکہ آپ اطلاق کے حامل ہیں، تقلید سے آزاد ہیں۔چنانچہ جو بھی محمدی ہوتا ہے یعنی محمدی المقام ہوتا ہے، لازمًا وہ مطلق یعنی وسعت واطلاق کا حامل ہوتا ہے۔چنانچہ اسی مقام سے ہم ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ عقیدۃ المحمدیہ یعنی عقیدہ اسلامیہ اپنی کامل صورت میں مجمل (Summed up) ہوتا ہے۔اور یہ اجمال (Summation) تدین کے مراحل عبور کرتے ہوئے بتدریج (Gradually)حاصل ہوتا ہے،اور رفتہ رفتہ اطلاق (Limitless vastness) کے درجے تک جا پہنچتا ہے۔چنانچہ جوں جوں انسان سلوک الی اللہ میں آگے قدم بڑھاتا جاتا ہے، اسکا باطن وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے اور نظر کو وسعت حاصل ہوتی

جاتی ہے۔ چنانچہ وصول کے بعد اسے یہ تحقق (Realization) حاصل ہوتا ہے کہ وہ اطلاق کا حامل ہو جاتا ہے اور امت میں رونما ہونے والے تمام کے تمام اختلافات اسکی وسعت کے دامن میں سما جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اپنے فہم وادراک سے وہ ان تمام اختلافات پر حاوی ہوتا ہے۔ اور ہم دیکھیں گے کہ ایسا کس طرح ہوتا ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں اس آیت میں مخاطب کیا گیا ہے کہ لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ کہ آپ کسی معاملے میں بھی ان میں سے نہیں ہیں، کیونکہ یہ لوگ تو دین میں تفرقہ بازی کرنے کی وجہ سے اپنے اپنے عقیدے اور مذہب ومسلک میں مقیّد (Confined & defined) ہو گئے، اگر وہ اصحابِ عقائد ہیں تو اپنے مخصوص مسلکی عقیدے سے، اور اگر وہ اصحاب الفقہ ہیں تو اپنے مخصوص فقہی مذہب سے منسوب ہو کر وابستہ ہو گئے۔ لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ اپنے اپنے مسالک اور مذاہب سے وابستہ تقیدات کے اسیر لوگ، ہر معنی اور مفہوم میں منسوب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہونگے۔ کیونکہ بیشک اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اطلاق کی وجہ سے ان میں سے نہیں ہیں، لیکن یہ تو آخرکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہی ہیں۔، کیونکہ یہ تقیدات دراصل تفاصیل ہیں آپکے اطلاق کی۔ اور ضروری ہے کہ اس فہم کو اور اس نکتے کو ہم سب لوگ سمجھیں تاکہ کوئی بھی گروہ اس زعم کا شکار نہ ہو کہ بس تنہا وہی حق پر ہے اور باقی سب لوگ گمراہی پر ہیں یا کفر پر ہیں۔ جیسا کہ ہم اپنے زمانے میں ایسا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ اور یہ بات ہمارے نزدیک دین کی اصل کے خلاف ہے۔ چنانچہ جب تک کوئی

بندہ یا کوئی جماعت (کوئی بھی ہو) اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ، تو وہ اسلام کے اندر داخل ہے اور ہمیں چاہئیے کہ ہم اسکے اسلام کا اعتبار کریں۔ ورنہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت بڑی نافرمانی اور گناہ کے مرتکب ہونگے۔

یہ افتراق جوامت میں رونما ہوا ہے، یہ قضاو قدر کی جانب سے ہے اور اسکا نافذ ہونا ایک لازمی امر تھا۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اسکو روکا جاسکے۔ اور کوئی بھی شخص جو یہ گمان کرتا ہے کہ مختلف طریقوں میں سے کسی طریقے سے اس فرقہ بندی سے بچا جاسکتا تھا، وہ اصل معاملے سے لاعلم ہے اور جہلِ عظیم میں مبتلا ہے، اور اسے چاہئیے کہ ان مسائل میں گفتگو نہ کیا کرے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہر فرقہ اور ہر مذہب و مسلک یہ سمجھتا ہے کہ وہ شریعت پر قائم ہے اور اسکے مخالفین شریعت کے مخالف ہیں اور فاسق ہیں، تو اسکی یہ بات درست نہیں کیونکہ ہر مسلک اور ہر فرقہ شریعت سے ہی نکلا ہے لیکن مختلف فہوم (Understandings) اور زاویہ ہائے نگاہ سے۔ چنانچہ اگر کوئی فرقہ دوسرے فرقے کے نقطہ ہائے نظر کا انکار کرتا ہے تو اس سے یہ حقیقت اپنی جگہ موجود رہتی ہے کہ تمام فرقے ایک ہی شریعت سے نکلے ہیں، چاہے وہ کسی نہ کسی مسئلے میں درست رائے رکھتے ہوں یا غلط۔ چنانچہ اس بناء پر انکا معاملہ ان مجتھدین جیسا ہے جو غلطی پر ہوں۔ اور امت کے علماء میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ خطائے اجتہادی کے مرتکب کو فاسق کہا جائے۔ چنانچہ اس میدان میں اتنی وسعت ہے کہ ہم ایک دوسرے کو برداشت کرسکیں اور آگے بڑھ سکیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حدیث میں ذکر فرمایا ہے جسے بخاری و مسلم نے ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بخاری کے الفاظ میں کچھ یوں ہے کہ

لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى قَالَ فَمَنْ

"تم اپنے سے پہلے گذرنے والی قوموں کے طریقوں کی پوری مطابقت کے ساتھ پیروی کروگے، اس حد تک کہ اگر وہ کسی ضب یعنی Lizard کا پیچھا کرتے ہوئے اسکے بل میں جا داخل ہوئے تو تم بھی ایسا کروگے۔ ہم (صحابہ) نے کہا کہ یارسول اللہ کیا وہ قومیں یہود اور نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا، اور کون؟"۔

یہ حدیث ہمیں ایک حقیقت کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے جو لحظہ بہ لحظہ وقوع پذیر ہو رہی ہے، اور ممکن نہیں کہ اس بات کو جھٹلایا جاسکے۔ اور وہ یہ کہ یہ امت بھی فرقہ بندی کی تفاصیل میں ان باتوں میں پڑے گی جن میں پرانی امتیں جاپڑی تھیں، چاہے یہ تفرقہ بازی مختلف قسم کی آراء کے تنوّع (Diversity of opinions) کے نتیجے میں ہو یا گمرہی اور اپنی اصل سے خروج کی شکل میں ہو۔

حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ

اس حد تک کہ اگروہ کسی ضب کا پیچھا کرتے ہوئے اسکے بل میں جا گھسے تو تم بھی ایسا کروگے، اور یہ اپنی اصل سے خروج کی دلیل ہے۔ قُلْنَا یَارَسُولَ اللہ اَلْیَہُودُ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ ہم (صحابہ) نے کہا کہ یارسول اللہ کیا وہ قومیں یہود اور نصاریٰ ہیں ؟ آپ نے فرمایا، اور کون۔ صحابہ نے یہود اور نصاریٰ کا ہی پوچھا کیونکہ یہی لوگ انکے قریب تھے چنانچہ صحابہ نے پرانی امتوں کوانہی دو میں محصور کرکے سوال کیا، جبکہ یہ معاملہ تمام سابقہ امتوں کو شامل ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ

لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ

تم اپنے سے پہلے گذرنے والی قوموں کے طریقوں کی پیروی کروگے۔ چنانچہ آپ نے بات ایک عمومیت کے ساتھ بیان فرمائی اور اسکو کسی خاص امت کے ساتھ مخصوص نہ کیا، جبکہ صحابہ کرام نے اپنے ماحول کے مطابق ان دو قوموں کے بارے میں سوال کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اور کون ؟ یعنی جن معنوں کی جانب صحابہ کا ذہن منتقل ہوا تھا، ان کا اقرار واثبات کیا، ورنہ معاملہ اس سے زیادہ وسعت کا حامل ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں فرمایا

کُنْتُمْ خَیْرَ أُمَّۃٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّہِ

(تم بہترین امّت ہو جو سب لوگوں کیلیئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا امر کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ ہم بہترین امّت کیسے ہو گئے؟ ہم بہترین امّت ہوئے اس نسبت سے اور اس براہِ راست انتساب سے جو ہمیں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے، کیونکہ پرانی امتوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتساب حاصل تھا لیکن براہِ راست طریق سے نہیں بلکہ گذشتہ انبیاء ورسل کی اتّباع کی وساطت سے تھا۔ کیونکہ یہ تمام انبیاء ورسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے فیض حاصل کرتے تھے اور انکی امتیں ان سے فیض کا اکتساب کرتی تھیں، جبکہ یہ امّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ براہِ راست نسبت رکھتی ہے اور اکتسابِ فیض کرتی ہے۔ گویا اس معاملے میں یہ امت پرانی امتوں کے مقابل نہیں بلکہ انبیائے سابقین کے مقابل ہے، اور اسی اتباع کی وجہ سے یہ امت لوگوں کیلیئے ظاہر کی جانے والی بہترین امت کہلائی۔ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ تم بھلائی کا امر کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ اس امت کی صفات ہیں۔ شرطیں نہیں ہیں، جیسا کہ بعض لوگوں نے اس آیت میں کلام کرتے ہوئے ان امور کو شرائط جانا ہے اور اس معنی کی طرف گئے ہیں کہ یہ امت محض اسی لئے بہترین امت کہلائی ہے کہ یہ بھلائی کا حکم دیتی ہے برائی سے منع کرتی ہے اور اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ جبکہ حق بات یہ ہے کہ یہ سب تو صفات ہیں، شروط نہیں ہیں۔ معنی یہ بنتے ہیں کہ یہ امت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت کی برکت سے بحیثیت مجموعی بھلائی کا حکم دیتی ہے، برائی سے منع کرتی ہے اور اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔اور نسبتِ محمدیہ کی وجہ سے اس امت کو اجمالی طور پر یہ صفات حاصل ہوئیں، یعنی اجمالاّ اور ضروری نہیں کہ ہر ہر تفصیل میں بھی لوگ ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا التزام کرتے ہوں اور حق پر قائم رہتے ہوں اور ہمارے نزدیک کچھ امور کی تفاصیل میں لوگوں سے حق بات کی مخالفت بھی ظاہر ہوتی رہی ہے۔اور امت کا یہ بہترین ہونا یعنی خیر الامم ہونا، اسکو گذشتہ تمام سابقہ امتوں کے مقابل میں لا کھڑا کرتا ہے۔اور ان امتوں کا اس امت کے ساتھ یہ تقابل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس امت میں وہ سب کچھ اکٹھا پایا جائے جو باقی تمام امتوں میں متفرق طور پر موجود تھا۔

صحیح ابن حبّان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً

یہودی اکہتر فرقوں پر تقسیم ہوگئے اور نصاریٰ بہتر فرقوں پر بٹ گئے، اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔اور مستدرک الحاکم میں اس بات کا اضافہ ہے کہ

كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً

یعنی سب کے سب آگ میں ہیں سوائے ایک ملت کیقِیل: وَمَا وَاحِدَةٌ؟ پوچھا گیا وہ ایک کون؟

فَقَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي

آپ نے فرمایا وہی جو اس بات پر رہیں گے جس پر آج میں اور میرے ساتھی ہیں۔

اس حدیثِ مبارکہ پر ہم دو جہتوں (Aspects) سے گفتگو کریں گے۔

پہلی جہت ہے امتِ محمدیہ العامتہ۔ جس میں آدم علیہ السلام سے لیکر یومِ قیامت تک کے تمام لوگ شامل ہیں چنانچہ اس امتِ محمدیہ العامتہ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ وہ ہے جس میں آپکی تشریف آوری سے قبل کے تمام لوگ اور انبیاء ورسل شامل ہیں، اور اس حصے میں تمام انبیاو رسل آپکے نائب کی حیثیت سے رشد وہدایت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اور دوسرے حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس آکر ہدایت کی باگ ڈور اپنے مبارک ہاتھوں میں سنبھال لی۔ یہ سب ملا کر امتِ واحدہ ہے، امتِ محمدیہ العام ہے۔ اور ہم اس حدیث شریف کو پہلے اس جہت سے دیکھیں گے۔

اور بعد میں ہم اس حدیثِ مبارکہ کو دوسری جہت سے دیکھیں گے جو کہ امتِ محمدیہ الخاص ہے۔ یعنی آپکی بعثتِ مبارکہ سے لیکر قیام الساعتہ تک آپکے ماننے والے۔

چنانچہ پہلی جہت سے دیکھیں تو یہود اکہتر 71 فرقوں میں بٹ گئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہود سے پہلے کی تمام گذشتہ امتوں کی تعداد ستر 70 تھی۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو امتوں کی تعداد اکہتر 71 ہو گئی۔ چنانچہ اس وقت ان اکہتر 71 میں سے ستر

70فرقے سب کے سب نارِ جہنم کے مستحق ٹھہرے سوائے ایک کے اور یہ وہ لوگ تھے جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔،یعنی موسیٰ علیہ السلام کی امت جو اس وقت دینِ اسلام پر قائم تھی۔اور اس بات کا ذکر ہم اپنے گذشتہ لیکچر میں دین کے تطّور (Evolution) اور شریعتِ محمد یہ کے ذریعے اسکی تکمیل کے حوالے سے کر چکے ہیں۔پھر اسکے بعد جب عیسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت کے ساتھ تشریف لائے تو امتوں کی تعداد بہتر 72 ہو گئی اور ان میں سے سوائے ایک کے باقی سب جہنم کی مستحق ٹھہریں۔اور نجات یافتہ امت اس زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کی امت تھی۔اور باقی سب آگ کی مستحق ہوئیں کیونکہ انہوں نے حق کی مخالفت کی اور طریق سے پرے ہٹ گئے۔کیونکہ طریق ہی متواصل (Connected)ہے۔تمام کے تمام انبیاء نے اپنی اپنی شریعتوں کے ساتھ مخصوص حدود تک طریق کی تکمیل کی۔چنانچہ بعد میں آنے والا رسول اس مخصوص حد سے امت کو آگے لیکر چلتا اور ایک مخصوص حد تک امت کو پہنچاتا۔اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ آ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی کہ جن کے بعد اور کوئی نبی نہیں۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کے ساتھ مبعوث ہو گئے تو امتوں کی تعداد تہتر 73 ہو گئی جن میں سے سوائے ایک کے باقی تمام جہنم کی حقدرار ٹھہریں

☆..................☆..................☆

قارئین کرام

یہ چند ایک تحریریں اور اقوال مشہور علمائے کرام کے آپ نے پڑھے، ان میں کتنی دلسوزی کے ساتھ مسلک پرستی کو چھوڑ کر اتحاد امت کی دعوت دی گئی ہے۔

یہاں سے آگے میرے کچھ مضامین ہیں جو مختلف اوقات میں پرنٹ میڈیا یا اخبارات اور سوشل میڈیا پر شائع ہوئے۔

امت اور فرقہ

(نکتہ: سید عبدالوہاب شیرازی)

''امت'' امت ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو ہم خیال اور ہم مقصد لوگوں پر مشتمل ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 23 سال محنت کر کے امت بنائی، اور ایسی امت بنائی کہ دشمن بھی انگشت بدنداں ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایسی تعلیمات دیں کہ ان تعلیمات کو صرف دیکھ کر ہی کافر، دشمن، منافق مسلمان ہو جاتے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے آج ہم نے امت کو توڑ کر فرقوں میں بانٹ دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام میں صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن میں سے صرف اس کے نقوش باقی رہیں گے۔ ان کی مسجدیں (بظاہر تو) آباد ہوں گی مگر حقیقت میں ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سے سب سے بدتر ہوں گے۔ انہیں سے دین میں فتنہ پیدا ہو گا اور انہیں میں لوٹ آئے گا۔" (بیہقی)

یہ حدیث اس زمانہ کی نشان دہی کر رہی ہے جب عالم میں اسلام تو موجود رہے گا مگر مسلمانوں کے دل اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہوں گے، کہنے کے لئے تو وہ مسلمان کہلائیں گے مگر اسلام کا جو حقیقی مدعا اور منشاء ہے اس سے کوسوں دور ہوں گے۔ قرآن جو مسلمانوں کے لئے ایک مستقل ضابطہ حیات اور نظام علم و عمل ہے اور اس کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی

زندگی کے لئے راہ نما ہے۔ صرف برکت کے لئے پڑھنے کی ایک کتاب ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ یہاں "رسم قرآن" سے مراد یہی ہے کہ تجوید و قرات سے قرآن پڑھا جائے گا، مگر اس کے معنی و مفہوم سے ذہن قطعاً نا آشنا ہوں گے ،اس کے اوامر و نواہی پر عمل بھی ہو گا مگر قلوب اخلاص کی دولت سے محروم ہوں گے۔ مسجدیں کثرت سے ہوں گی اور آباد بھی ہوں گی مگر وہ آباد اس شکل سے ہوں گی کہ مسلمان مسجدوں میں آئیں گے اور جمع ہوں گے لیکن عبادت خداوندی، ذکر اللہ اور درس و تدریس جو بناء مسجد کا اصل مقصد ہے وہ پوری طرح حاصل نہیں ہو گا۔ اسی طرح وہ علماء جو اپنے آپ کو روحانی پیشوا کہلائیں گے۔ اپنے فرائض منصبی سے ہٹ کر مذہب کے نام پر امت میں تفرقے پیدا کریں گے، ظالموں اور جابروں کی مدد و حمایت کریں گے۔ اس طرح دین میں فتنہ و فساد کا بیج بو کر اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل کریں گے۔ (مشکوۃ شریف، کتاب العلم)

چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ فرقہ باز علماء (اتنے سخت حالات میں بھی جب پوری دنیا کا کفر ایک ایک کر کے مسلمان ملکوں میں تباہی پھیلا رہا ہے) فرقہ پرستی پھیلا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف کفر اور شرک کے فتوے دیے جا رہے ہیں۔ انڈیا کے ایک شہر مراد آباد میں ایک بریلوی مسلک کا شخص فوت ہو گیا، اس کا جنازہ دیوبندی مولوی نے پڑھایا تو ایک مفتی نے فتویٰ دے دیا جس جس نے اس دیوبندی کے پیچھے جنازہ پڑھا ہے ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا، چنانچہ جو جو لوگ

اس مفتی کی بات پر یقین کرنے والے تھے ان سب کا اجتماعی نکاح ایک حال میں ہو رہا تھا جسے انڈیا کا میڈیا بریکنگ نیوز کے طور پر دکھا رہا تھا۔

اسی طرح ایک مفتی نے فتویٰ دیا کہ مسجد نبوی اور حرم کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، سوچنے کی بات ہے کہ ہم تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد میں اپنی مرضی کے خلاف کسی کو گھسنے نہیں دیتے جبکہ اللہ اتنا کمزور ہو گیا کہ اس کے محبوب کی مسجد پر صدیوں سے گستاخ قبضہ جمائے بیٹھے ہیں؟۔ایسے مولوی، مفتی اور نام نہاد علماء زمین کا سب سے بڑا فتنہ ہیں جو امت کو توڑ توڑ کر فرقوں میں تقسیم کر کے ان کے مال پر نظر جمائے بیٹھے ہیں۔ کبھی یہ فتوے دیے جاتے ہیں کہ فلاں مسجد میں نماز نہیں ہوتی۔ یاد رکھیں مسجد سوائے اللہ کے کسی کی نہیں ہے۔ہارون الرشید نے ایک بار غصے میں آ کر اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ اگر تو آج رات تک میرے ملک سے باہر نہ نکلی تو تجھے طلاق ہے۔ بعد میں ہارون الرشید نے فوراً علماء کو طلب کیا کہ اس کا کوئی حل بتائیں، سب نے کہا اس کا حل اس کے سوا کوئی نہیں کہ آپ رات آنے سے پہلے پہلے اپنی بیوی کو اپنے ملک سے باہر نکال دیں، لیکن ملک اتنا بڑا تھا کہ یہ ناممکن تھا کہ رات آنے سے پہلے باہر نکال دیا جائے۔ پھر ہارون الرشید نے کہا امام ابو حنیفہ کا کوئی شاگرد ہو تو اسے بلائیں اس سے بھی کوئی حل پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ امام صاحب کے شاگرد یعقوب (قاضی ابو یوسف) کو بلایا گیا، انہوں نے کہا اس کا تو آسان حل ہے، اپنی بیوی کو آج رات مسجد میں ٹھہرا دو، کیونکہ مسجد آپ کا ملک نہیں

یہ اللہ کا گھر ہے کسی کی ملکیت نہیں اور دلیل قرآن سے دی کہ : وان المساجد للہ فلاتدعوا مع اللہ احدا۔ مسجدیں اللہ کی ہیں پس اس کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

آج ہم نے مسجدوں کو تفرقہ بازی کا مورچہ بنالیا ہے، مسجد کا ممبر جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور وہ ممبر رسول ہے،اس کا غلط استعمال کرتے ہوئے یہاں سے مسلمانوں کے لئے کفر کے فتوے سنائے جارہے ہیں۔ چلیں باالفرض اگر کسی مسلک والا کافر بھی ہو کیا اس کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا جائز ہے جیسا رویہ ہم اپنے مقتدیوں اور شاگردوں کو سکھا رہے ہیں ؟ابی ابن کعب سے بڑا کافر کون ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنے بھی کافر تھے ان کے بارے میں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نہیں معلوم تھا، ایک عبداللہ بن ابی تھا جس کے بارے میں سب جانتے تھے کہ یہ پکا منافق ہے،اس کی اسلام اور رسول دشمنی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی رہے تھے، عبداللہ بن ابی کے بیٹا جو پکا مسلمان تھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوٹھا پانی مجھے دے دیں میں اپنے والد کو پلاوں گا شاید وہ ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ وہ جوٹھا پانی اپنے والد کے پاس لے گیا اور پیش کیا کہ یہ پانی پی لیں، عبداللہ بن ابی نے کہا یہ کیا ہے ؟ بیٹے نے کہا رسول اللہ کا جوٹھا ہے۔ تو اس بدبخت نے کہا پیشاب لے آو وہ پی لوں گا لیکن یہ نہیں پیوں گا۔ بیٹے کو سخت غصہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

اجازت چاہی کہ میں اسے قتل کر دوں لیکن آپ نے اجازت نہ دی کہ لوگ کہیں گے یہ رسول اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے (کیونکہ وہ بظاہر کلمہ پڑھتا تھا اور مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا)۔

اس منافق کی موت قریب آئی تو اس کے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا مانگا کہ اس میں اسے کفن دینا چاہتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنا کرتا اس منافق کے کفن کے لئے دے دیا، پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر آپ نے اس کا جنازہ بھی پڑھایا، حالانکہ قرآن میں آیات نازل ہوئیں کہ اے رسول آپ 70 مرتبہ بھی جنازہ پڑھائیں میں نہیں بخشوں گا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی پڑھایا کہ اللہ نے مجھے پڑھانے سے منع تو نہیں کیا شاید اللہ بخش دے۔ پھر اس سے بھی آگے جب اسے قبر میں اتارا گیا تو آپ نے اسے دوبارہ قبر سے نکلوایا اور اپنی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اس لعاب کو اس کے منہ میں ڈال دیا، اس عمل کو دیکھ کر ایک سو منافق پکے مسلمان بن گئے۔ آپ اندازہ لگالیں یہ منافق ابوجہل سے بھی بڑا کافر تھا کیونکہ ابوجہل جہنم کے چھٹے درجے میں ہوگا جبکہ یہ ساتویں درجے میں ہوگا، ابوجہل سے بھی نیچے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیمات دیں کہ جو بھی کلمہ پڑھتا ہے اس کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا ہے۔ آج ہم بات بات پر گمراہی اور کفر کے فتوے دیتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ امت میں انتشار اور افتراق ہے، جس کی وجہ سے کفر اور ان کے ایجنٹ اسلام کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے اسی طرح کے

اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہیں،اور فرقہ باز مولویوں کو مخیر حضرات بن کر خوب چندے بھی دیتے ہیں تاکہ یہ فرقہ بازی والا کام اسی طرح چلتا رہے۔

آج جس ممبر رسول سے محبت پھیلنی چاہیے تھے وہاں سے نفر پھیلائی جارہی ہے۔ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مجلس میں فرمایا: اَیُّ عُرِیٰ الاسلام اَوْثَقُ ؟یعنی اسلام کا مضبوط ترین عمل کون سا ہے ؟صحابہ کرام نے فرمایا: نماز۔آپ نے فرمایا نماز بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔پھر صحابہ نے فرمایا: زکوۃ،تو آپ نے فرمایا زکوۃ بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔ پھر صحابہ نے فرمایا: روزہ۔آپ نے فرمایا روزہ بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔پھر صحابہ نے فرمایا: حج۔آپ نے فرمایا حج بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔پھر صحابہ نے فرمایا: جہاد۔آپ نے فرمایا جہاد بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔پھر خود ہی آپ نے فرمایا اسلام کا سب سے مضبوط عمل یہ ہے کہ اللہ کے لئے محبت کی جائے اور اللہ کے لئے بغض کیا جائے۔ بریلوی،دیوبندی،اھل حدیث سب ایک اللہ ایک قرآن ایک رسول کو مانتے ہیں،سب مسلمان ہیں سب کو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوئے اسلام کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ اختلافی اور فروعی مسائل میں عوام کو ڈال کر فرقہ وایت پھیلائی جائے۔

باہمی اختلافات، ہماری سوچ اور پیغمبرانہ سوچ میں فرق

(نکتہ: سید عبدالوہاب شیرازی)

مولوی انیس احمدؒ ایک گمنان مجاہد، تحریک ریشمی رومال کے سرگرم کارکن اور اسیر مالٹا تھے۔ 1912ء میں علیگڑھ سے گریجویشن کرنے کے بعد انگریز کی عطاکردہ ''ڈپٹی کلکٹری'' یعنی جج کا عہدہ چھوڑ کر علومِ قرآنی حاصل کرنے کے لئے دہلی پہنچے۔ دہلی میں قائم مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے ادارے ''ادارہ نظارۃ المعارف'' میں داخلہ لیا، کافی عرصہ علوم قرآنی کی تحصیل کرتے رہے اور پھر سندِ فراغت لے کر دیو بند میں شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے۔ دیو بند میں حضرت شیخ الہندؒ سے تبلیغ قرآن اور علوم دین کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ الہندؒ ہی کے زیرِ سایہ تحریک ریشمی رومال میں سرگرم ہو گئے، تحریک میں حیدر آباد دکن کے ذمہ دار رہے۔ بعد ازاں بغاوت کے جرم میں انگریز کے ہاتھوں گرفتار ہو کر کالا پانی میں قید رہے اور پھر چند سالوں کے بعد وہاں سے رہائی ہوئی۔ ان کی علمی وجاہت کی یہ شان تھی کہ خواجہ حسن نظامی جیسے لوگ ان سے عاجزانہ ملتے تھے، علامہ مشرقی، علامہ اقبال، اکبر الٰہ آبادی، سر عبدالقادر سمیت بڑے بڑے لیڈران سے مشورے لیا

کرتے اور اس کو اپنا اعزاز سمجھتے تھے۔ رہائی کے بعد بھی انگریز ان کو بہت تنگ کرتے رہے، ان کے بیٹے شاہد احمد کو مقابلے کے امتحانوں میں نہیں بیٹھنے دیا جاتا تھا۔

مولوی انیس احمدؒ کا مختصر تعارف کروانے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی ایک کتاب
''انوار القرآن'' آج کل میرے زیر مطالعہ ہے، میری علماء سے گذارش ہے کہ وہ مولوی انیس احمدؒ کی یہ کتاب اور مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی کتاب ''وحدت امت'' کو ضرور مطالعہ
کریں۔ مولوی انیس احمدؒ ''انور القرآن'' میں لکھتے ہیں: ایک پیغمبر ''نااتفاقی'' کے مقابلہ میں قوم کا عارضی ''گمراہی'' میں رہنا پسند کرتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک قوم متفق رہتی ہے اسی وقت تک عمدہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اب ظاہر ہو گیا ہو گا کہ قرآن شریف کا ایک حصہ کا تو مفہوم ہی بدل گیا، ایک حصہ بھلا دیا گیا اور ایک حصے کی تعلیم کو کہانیوں کا درجہ دیا گیا ہے، اس سے مستفید ہونے کی کوشش نہیں کی جاتی، تو پھر کون سی تعجب کی بات ہے کہ اب قرآن مجید سے وہ نتیجے پیدا نہیں ہوتے جو ہونے چاہییے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں پیدا ہو چکے ہیں۔

مولوی انیس احمدؒ کی یہ بات کہ پیغمبرانا سوچ کیسی ہوتی ہے ہمیں بلاشبہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے، ہماری سوچ آج کیسی بن گئی ہے، معمولی اور فروعی اختلافات میں پڑھ کر ہم نے قوم کو کئی حصوں میں تقسیم بھی کیا ہوا ہے اور پھر اس بات کا رونا بھی روتے ہیں کہ اسلام غالب نہیں ہو رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو قوم نے بچھڑے کی پوجا

شروع کردی، جب حضرت موسی علیہ السلام واپس تشریف لائے تو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا: اے ہارون جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے تو تم کو کیا وجہ مانع ہوئی کہ تم نے میری ہدایت کی پیروی نہ کی۔ کیا تم نے میری حکم عدولی کی؟ (طہ ۳۹) یعنی جب وہ گمراہ ہو رہے تھے تو تم نے ان کو منع کیوں نہ کیا، تو حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا: اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو، میں اس بات سے ڈرا کہ تم واپس آکر یہ کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی (طہ) یعنی حضرت ہارون علیہ السلام کو جب اپنی اصلاح کی کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے اپنی قوم کی عارضی گمراہی کو پسند کیا بجائے اس کے کہ آپ اس کو روکنے کے لئے ایسی پرزور کوشش کرتے جس سے قوم کے ٹکڑے ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ حضرت موسی کی قوم کا واقعہ اور شرک میں مبتلا ہونا محض شک والی بات نہیں تھی بلکہ واضح طور پر انہوں نے شرک کیا تھا، اب اگر ہم اپنے ارد گرد کو دیکھیں، یا ہم اپنے گریبان میں جھانکیں کہ ہمارا کیا حال ہے؟ ہم تو محض شک اور گمان کی بنیاد پر بلا دلیل کفر و شرک کے فتوے ٹھوک دیتے ہیں، اور کسی کو کافر بنانے یا گمراہ قرار دینے کا معیار ہم نے اپنا مسلک یا اپنا مدرسہ بنا دیا ہے جو ہمارے مسلک میں ہے یا ہمارے مسلک کے مدرسے میں پڑھا ہے اس کے ہدایت یافتہ ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے اور جو ایسا نہیں وہ گمراہ ہے۔

مفتی مختار الدین شاہ مدظلہ فرماتے ہیں:

محض شک اور گمان کی بنیاد پر نہ تو کسی پر الزام لگانا چاہیے اور نہ ہی کفر و شرک کے فتوے، ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ''الزام'' اور ''التزام'' میں فرق ہوتا ہے، فتوی ''لازم'' پر نہیں بلکہ ''التزام'' پر لگتا ہے۔ بولنے والے یا لکھنے والے کی بات اور تحریر سے جو مفہوم نکلتا ہے اس کو ''لازم'' کہتے ہیں، اور معنی کا اگر صاحب تحریر اقرار اور اعتراف کرے یا اس کے کلام کا مکمل سیاق و سباق کوئی معنی متعین کرتا ہے تو اسے معنی التزامی کہتے ہیں، لہٰذا اگر صاحب تحریر کے معنی لازمی اور معنی التزامی میں فرق ہو تو معنی التزامی پر حکم یا فتویٰ لگایا جائے گا نہ کہ معنی لازمی پر۔ چنانچہ صرف مفہومِ لازمی کو دیکھتے ہوئے فتویٰ یا حکم لگایا تو یہ اس شخص پر محض الزام، غلط اور شریعت کی حدود سے تجاوز اور ظلم ہو گا۔ آج کل کی بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ متکلم اور تحریر کنندہ چیخ چیخ کر پکارتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ میرا مطلب وہ نہیں جو آپ میرے عمل یا تحریر سے نکالتے ہیں لیکن ہم اس کی بات کو سننے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ اس کے قول و فعل کو وہ غلط معنی پہناتے ہیں جس کا خود متکلم انکار کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس طرح کا ایک واقعہ رونما ہوا جسے صحیح مسلم میں نقل کیا گیا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انصار میں ایک آدمی تھا جو مسجد نبوی سے زیادہ دور رہتا تھا اور اس کا حال یہ تھا کہ وہ ہر نماز مسجد نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا تھا۔ میں نے ایک دن اس سے کہا کہ بہتر ہو گا کہ تم اندھیری

راتوں میں مسجد تک سواری کے لئے ایک گدھا خرید لو، تو وہ کہنے لگا" مجھے تو یہ بات پسند نہیں کہ میرا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ہو" حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات بہت بُری معلوم ہوئی، میں نے اس بات کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو اس شخص کو بلایا گیا اور وضاحت طلب کی گئی تو اس نے وہی کچھ عرض کیا جو پہلے کہا تھا اور ساتھ یہ وضاحت بھی کی کہ میں نے ایسا اس لئے کہا کہ مجھے قدموں کا ثواب مل جائے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں وہی ثواب ملے گا جس کی تم نے نیت کی ہے۔ (مسلم) اب بظاہر اس کی بات کا غلط مفہوم لگتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربت نہیں چاہتا، لیکن اس نے اس کی وضاحت کر دی کہ میں پانچ وقت روزانہ پیدل چل کر اتنی دور سے آتا ہوں اس کا مجھے ثواب ملتا ہے۔ (راہ محبت)

اس طرح کے اختلافی مسائل میں شیطان مسلمانوں کو افراط و تفریط میں مبتلا کر دیتا ہے، ہر مکتبہ فکر میں اس طرح کے لوگ موجود ہیں جو بلا تحقیق غلط پروپیگنڈا کر کے اختلافات کو پھیلاتے اور تفرقہ بازی کے مرتکب ہو کر قرآنی حکم سے روگردانی کر رہے ہیں۔ خاص طور پر علماء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بلا وجہ اور بغیر تحقیق کے کسی کی نیت پر حملہ آوار ہونے کے بجائے حسنِ ظن رکھیں تا آنکہ کھلم کھلا ثبوت نہ مل جائے۔ علماء کو عام اجتماعات یا عام بیانات میں اختلافی مسائل کی تبلیغ یا تردید نہیں کرنی چاہیے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف اور صرف متفقہ

معروفات اور متفقہ منکرات میں ہوتا ہے، اختلافی مسائل تو ترجیحی مسائل ہیں، ان میں جو نظریہ اور رویہ جس کے نزدیک رائج ہے وہ اس کو اختیار کر لیتا ہے۔

سورہ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے مسلمانو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(46) اتحاد و اتفاق کے لئے سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ صبر ہے، کیونکہ جب بھی بہت سے لوگ ایک ساتھ رہیں گے تو ان کے درمیان طرح طرح کی شکایتیں پیدا ہوں گی، ایک دوسرے سے تکلیف پہنچے گی، کبھی کسی کی تنقید پر غصہ آئے گا، کبھی کسی کی ترقی پر۔ اختلاف کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے سے اتحاد وجود میں آتا ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا: اے مسلمانو خدا سے ڈرو، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو، اور اس میں متفرق نہ ہو، آپس میں اختلاف کرنا آگ کے کنارے کھڑا ہونا ہے، خدا کے نزدیک وہی لوگ کامیاب ہیں جو خصوصی اہتمام کے ذریعہ ہر حال میں اپنے اندر اتحاد و اتفاق کی فضا کو باقی رکھتے ہیں، اس سے پہلے خداوندی علم کی امانت یہود کو دی گئی تھی مگر وہ تفریق اور اختلاف میں پڑ گئے اور اس کے نتیجہ میں اپنے کو عذاب عظیم کا مستحق بنا لیا۔ ان کے انجام سے ڈرو اور تم بھی انہیں کی طرح نہ جاو)102(

اختلاف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اختلاف کی کوئی صورت پیدا نہ ہو، انسانوں کے درمیان اختلاف کا پیدا ہونا بالکل فطری ہے مگر جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہوں وہ معاملہ کی وضاحت کے

بعد یاتواپنے اختلاف کو ختم کر دیتے ہیں اور اگر پھر بھی اختلاف باقی ہو تو وہ اس کو اپنے ذہن تک محدود رکھتے ہیں، عملی زندگی میں اس اختلاف کو پھیلا کر معاشرے کو خراب نہیں کرتے۔

مولانا زاہد الراشدی مد ظلہ فرماتے ہیں:

ہمارے ہاں بد قسمتی سے یہ مزاج راسخ ہوتا جارہا ہے کہ ہم نے جس کے خلاف کچھ کہنا ہوتا ہے، اس کا موقف اس سے نہیں پوچھتے بلکہ اس کی چند عبارات کو سامنے رکھ کر خود طے کرتے ہیں اور اگر وہ جواب میں اپنے موقف کی وضاحت کرے تو اسے یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ماضی میں یہ طرز عمل مولانا۔۔۔۔۔۔۔۔نے اختیار کیا تھا کہ علماء کی کتابوں سے اپنے مطلب کی چند عبارات منتخب کر کے ان سے اپنی مرضی کے نتائج اخذ کیے تھے اور ان پر ایک استفتا کی بنیاد رکھ کر حرمین کے علماء کرام سے فتویٰ حاصل کیا۔ ہمارے ہاں یہ مزاج بن گیا ہے کہ ہر اختلاف کو کفر واسلام کا معرکہ بنالیا جاتا ہے، ہر جھگڑے کو 302 کا کیس بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے چند واقعات نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک معروف و مشہور اہل بدعت عالم جو اکابر دیو بند کی تکفیر کرتے تھے اور ان کے خلاف بہت سے رسائل میں بہایت سخت الفاظ استعمال کرتے تھے،ان کا ذکر آگیا تو فرمایا: میں سچ عرض کرتا

ہوں کہ مجھے ان کے متعلق معذب ہونے کا گمان نہیں، کیونکہ ان کی نیت ان سب چیزوں سے ممکن ہے کہ تعظیم رسول ہی کی ہو۔(مجالس حکیم الامت)

ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کسی نے کہا فلاں پیر صاحب بازاری عورتوں کو بھی مرید کر لیتے ہیں تو حضرت نانوتوی نے فوراخاموش کراتے ہوئے کہا، تم نے ان کی راتوں کو جاگ کر اللہ کے سامنے گریہ زاری نہیں دیکھی؟۔اسی طرح ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے سر سید احمد خان کے خلاف ایک فتویٰ آپ کو دستخط کرنے کے لئے پیش کیا، آپ نے کہا پہلے تحقیقات تو کرلو آیا وہ کافر ہے بھی یا نہیں؟ چنانچہ خود ہی سر سید احمد خان کی طرف تین سوال لکھے:

ا۔خدا پر آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ ۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ ۳۔ قیامت کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

سر سید احمد خان نے جواب میں لکھا:

ا۔خدا تعالیٰ مالک ازلی اور صانع تمام کائنات ہے

،۲۔بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر،

۳۔ قیامت بر حق ہے۔تو پھر حضرت نانوتویؒ نے فرمایا تم اس شخص کے خلاف دستخط کروانا چاہتے ہو جو پکا مسلمان ہے؟۔

حضرت کے اس فیصلے کو آج کے مفتی شاید تسلیم ہی نہ کریں، لیکن حضرت کا اعتقاد اور مقام انہیں خاموش رکھنے کے لئے کافی ہے۔ بد قسمتی سے ایک طرف کوئی اعلی علمی اور قابل شخصیت ہوتی ہے لیکن اس کی باتوں کو اس لئے قابل اعتماد نہیں سمجھا جاتا کہ ہمارے علم میں یہ نہیں کہ اس کے اساتذہ کون ہیں، یا اگر ہیں تو وہ ہمارے خیال میں مستند نہیں ہیں۔

سابقہ مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ اہلِ حدیث اور حنفیوں کے درمیان ''آمین'' پر لڑائی ہو گئی، خوب مار کٹائی بھی ہوئی، بالا خر اس کا کیس انگریز جج کے پاس گیا تو اس نے کہا یہ ''آمین'' کیا چیز ہے کوئی بلڈنگ ہے یا پراپرٹی ہے؟ لوگوں نے سمجھایا کہ ایک لفظ ہے، ایک فریق کہتا ہے حدیث میں ہے اسے بلند آواز سے بولنا ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے حدیث میں ہے آہستہ بولنا ہے۔ تو انگریز جج نے کہا جس کو جو حدیث معلوم ہے وہ اس پر عمل کرے، لڑتے کیوں ہو؟ اور پھر اس نے تفصیلی فیصلے میں لکھا: میں ساری تحقیق کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاں ''آمین'' کی تین قسمیں ہیں، ایک آمین بالجھر یعنی اونچی کہنا، دوسری آمین بالسر یعنی آہستہ کہنا، جبکہ تیسری آمین بالشر یعنی لڑنے کے لئے کہنا، لہٰذا عدالت دونوں فریقوں کو فلاں فلاں سزا سناتی ہے تا کہ آئندہ نہ لڑیں۔ قاری طیب صاحب انگریز جج کے اس فیصلے کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس نے بڑا دانشمندانہ فیصلہ لکھا، یہ تو ہمارے دلوں کا فساد ہے کہ ہم نے مسائل کو اپنے دل کے جذبات نکالنے کی آڑ بنا لیا ہے اور ہر دین کا مسئلہ جھگڑا ڈالنے اور گروہ بندیوں کے لئے رہ گیا

ہے (خطابات)۔جی ہاں مفتی کی حیثیت بھی جج کی سی ہوتی ہے بس فرق یہ ہے کہ جج کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے اور انتظامیہ اس پر عمل درآمد کرواتی ہے، جبکہ مفتی کا کام صرف رہنمائی کرنااور بتاناہوتا ہے نافذ وہ نہیں کر سکتا۔اس انگریز جج نے اس معاملے کو ویسے ہی نہیں ٹال دیا بلکہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے مطالعہ کیا، تحقیق کی،لوگوں سے معلومات اکھٹی کیں اور پھر ایسا دانشمندانہ فیصلہ دیا کہ معاشرے میں اختلاف نہ پھیلے بلکہ لوگ متفق ہو کر رہیں اور آپس میں جھگڑا نہ کریں۔

قاری طیب صاحبؒ

قاری طیب صاحبؒ ملتان میں خیر المدارس میں آئے جلسے سے خطاب کیااور پھر پوچھا یہاں ملتان میں کوئی اور عالم ہیں؟ بتایا گیا کہ مولانا محمد بخش ہیں لیکن بریلوی فرقے سے تعلق ہے،تو متہم دارالعلوم دیوبند قاری طیبؒ نے فرمایا: ہم انہیں فرقہ ہی نہیں سمجھتے،نہ ہم فرقہ نہ وہ فرقہ۔ اور پھر سب کے منع کرنے کے باوجود ان کی مسجد میں گئے اور ملاقات کی۔اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: میں ہمیشہ اس کی کوشش کیا کرتا ہوں کہ بھئی منافرت مت پیدا کرو،اپنی رائے ہے، اگر آپ دیانۃً صحیح سمجھتے ہو تو اس پر عمل کرو، لیکن نفرتیں پیدا کرنا یہ صحیح نہیں (خطبات حکیم الاسلام ج ۵ ص ۴۲۲)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ''وحدت امت'' میں ایک واقع لکھتے ہیں کہ :

ایک مرتبہ صبح نماز فجر کے وقت اندھیرے میں، میں سیدی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ حجرت سر پکڑے ہوئے بہت مغمم بیٹھے ہیں، میں نے پوچھا حضرت کیسا مزاج ہے؟ کہا ہاں ٹھیک ہی ہے، میاں مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کردی۔ میں نے کہا حضرت آپ کی ساری عمر علم کی خدمت اور دین کی اشاعت میں صرف ہوئی ہے، اگر آپ کی عمر ضائع ہوئے تو پھر کس کی عمر کام میں لگی؟ فرمایا تمہیں صحیح کہتا ہوں عمر ضائع کردی۔ میں نے عرض کیا حضرت آخر بات کیا ہے؟ فرمایا: ہماری عمر کا ہماری تقریروں کا ہماری ساری کدو کاوش کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کردیں۔۔۔۔۔۔اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی؟۔۔۔۔۔۔۔پھر فرمایا: ارے میاں! اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھلے گا کہ کون سا مسلک صواب تھا اور کون سا خطا؟۔۔۔۔۔۔قبر میں بھی فرشتے نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترکِ رفع یدین۔۔۔۔۔۔اللہ نہ امام شافعی کو رسوا کرے گا نہ امام ابو حنیفہ کو۔۔۔۔۔۔۔۔تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے، نہ برزخ میں اور نہ محشر میں، اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی۔ (نوٹ: یہ کافی طویل تقریر ہے جس میں سے کچھ کچھ اقوال ذکر کیے ہیں، رسالہ وحدت امت مطالعہ کریں)۔

مفتی شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک اس جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں تحزب وتعصب اور غلو ہے۔۔۔ بعض حضرات کا غلو تو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں کی نماز کو فاسد اور اُن کو تارکِ قرآن سمجھ کر اپنے مخصوص مسلک کی اس طرح دعوت دیتے ہیں جیسے کسی منکر اسلام کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہو۔ معلوم نہیں یہ حضرات اسلام کی بنیادوں پر چاروں طرف سے حملہ آور طوفان سے واقف نہیں؟۔۔۔۔۔اور اگر محشر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سوال کر لیا کہ میرے دین اور شریعت پر اس طرح کے حملے ہو رہے تھے تم وراثتِ نبوت کے دعوے دار کہاں تھے؟ تو کیا ہمارا یہ جواب کافی ہو جائے گا کہ ہم نے رفع یدین کے مسئلے پر ایک کتاب لکھی تھی۔۔۔۔۔ ہماری دینی جماعتیں جو تعلیم دین یا ارشاد و تلقین یا دعوت و تبلیغ کے لئے قائم ہیں۔۔۔ اگر یہی متحد ہو کر تقسیم کار کے ذریعہ دین میں پیدا ہونے والے تمام رخنوں کے انسداد کی فکر کرنے لگیں اور اقامت دین کے مشترک مقصد کی خاطر ہر جماعت دوسری کو اپنا دست و بازو سمجھے تو یہ مختلف جماعتیں اپنے اپنے نظام میں الگ الگ رہتے ہوئے بھی اسلام کی ایک عظیم الشان طاقت بن سکتی ہیں۔۔۔۔۔ علمی غلو ہر جماعت میں یہ پایا جاتا ہے کہ اپنے مجوزہ نظام عمل کو مقصد منصوص کا درجہ دے دیا گیا جو شخص اس نظام عمل میں شریک نہیں اگرچہ اس کا مقصد کتنا ہی عظیم ہو اس کو اپنا بھائی نہیں سمجھا جاتا، اور اگر کوئی اس نظام عمل میں

شریک تھا پھر الگ ہو گیا تو عملاً اسے اصل مقصد سے منحرف سمجھ لیا جاتا ہے اگرچہ وہ اصل مقصد یعنی اقامتِ دین کی خدمت پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگے۔(وحدت امت)

مفتی شفیع رحمہ اللہ کی اس دلسوز تقریر میں ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم اپنے گریبان میں جھانکیں، اپنا محاسبہ کریں کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں، کہیں کوئی نادیدہ ہاتھ مخیر حضرات کی شکل میں فنڈ دے کر فرقہ واریت اور باہمی اختلافات کو ہمارے ذریعے سے جاری تو نہیں رکھ رہا، تاکہ دینی طبقہ اسی فضول کام میں لگا رہے اور اقامت دین کی جدوجہد کی طرف اس کا دھیان ہی نہ ہو، یاد رکھیں ایسے مخیر حضرات کے پیچھے مقامی ہاتھ بھی ہوتا ہے اور بیرونی بھی۔ ذرا دھیان سے!

☆.................☆.................☆

علماء کے اختلاف کا حکمرانوں پر اثر

(سید عبدالوہاب شاہ شیرازی)

علماء حق انبیاء کے وارث ہوتے ہیں، ان کے کاندھوں پر وہی ذمہ داری ہوتی ہے جو انبیاء پوری کرتے آئے ہیں، چنانچہ صحیح علماء میں وہی اوصاف ہوتے ہیں جو حضرت نوح، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم الصلوۃ والسلام کے قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ علماء کا کام انذار و تبشیر ہوتا ہے، علماء عوام کو تذکیر کراتے اور رہنمائی کرتے ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ علماء خود نمونہ ہوتے ہیں، جیسے تمام انبیاء اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عملی نمونہ بن کر تبلیغ کی۔ جب تک علماء اس روش پر قائم رہے پوری امت مجموعی لحاظ سے صحیح ڈگر پر چلتی رہی، لیکن جیسے جیسے علماء میں خرابی پیدا ہوئی ساتھی ہی امت میں خرابی پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ علماء کی مثال امت کے جسم میں دل کی سی ہے، جیسا کے حدیث میں ہے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے۔ باالکل یہی معاملہ علماء کا ہے جب علماء ٹھیک ہوتے ہیں پوری امت ٹھیک ہوتی ہے جب علماء خراب ہوتے ہیں پوری امت خراب ہو جاتی ہے۔

آج کے اس مضمون ایک واقعہ کی روشنی میں اس بات کو ملاحظہ فرمائیں کہ علماء کی خرابی کا اثر حکمرانوں پر کیسے پڑتا ہے اور اس دل کی خرابی سے کتنی بڑی خرابی وجود میں آتی ہے اور پھر اللہ

تعالیٰ اس بیماری کو ختم کرنے کے لئے سمرقند و ترکستان سے کیسے خواجہ باقی باللہ کو ہندوستان بھیج کر اصلاح کی کوششوں کو نئی زندگی بخشتے ہیں۔

منتخب التواریخ علامہ عبدالقادر بدیوانی

منتخب التواریخ علامہ عبدالقادر بدیوانی کی مشہور کتاب ہے۔ موصوف شہنشاہ اکبر کے ہم عصر ہیں۔اور اس کے دربار میں رہے ہیں۔ وہ اکبر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ ایک بادشاہ تھا جو حق کا طالب تھا اور اپنے اندر نفیس جوہر رکھتا تھا۔اکبر اپنی ابتدائی زندگی میں بڑا دیندار اور عبادت گزار تھا۔اس نے سات عالم صرف نماز کی امامت کے لئے مقرر کر رکھے تھے جن میں ایک خود ملا عبدالقادر بدایونی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ اکبر کی دربار میں پانچوں وقت جماعت کے ساتھ نماز ہوتی تھی جس میں بادشاہ خود شریک ہوتا تھا۔اکبر جب سفر کے لیے نکلتا تو اس کے ساتھ ایک خاص خیمہ نماز کا ہوتا تھا جس میں بادشاہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا تھا۔شہنشاہ اکبر کے اس دیندارانہ مزاج کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ اس کے دربار میں علماء جمع ہونے لگے۔اکبر کو حدیثیں سننے اور مسائل دین پر گفتگو کرنے سے خاص دلچسپی تھی۔اس مقصد کے لئے وہ علماء کی صحبتوں میں دیر دیر تک بیٹھتا تھا، ملا بدایونی نے لکھا ہے کہ اکبر کے گرد جمع علماء کی تعداد ایک سو سے بھی اوپر تک پہنچ گ ء تھی۔ بادشاہ کے گرد جمع ہونے والے یہ علماء قدرتی طور پر بادشاہ کی عنایتوں میں حصہ پانے لگے۔بس یہیں سے وہ حالات پیدا ہوئے جس نے ایک دیندار بادشاہ کو بے دین بنا ڈالا۔

ظاہر ہے کہ سو آدمی بیک وقت بادشاہ کے قریب نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ پہلا جھگڑا نشست گاہوں پر شروع ہوا۔ ہر ایک اس کوشش میں رہتا کہ وہ بادشاہ کے قریب بیٹھے۔اب جس کو قریب جگہ نہ ملتی وہ جلن میں مبتلا ہوتا۔اسی طرح بادشاہ کے انعامات میں جس کو کم حصہ ملتا وہ اس سے حسد کرنے لگتا جس کو اتفاق سے زیادہ انعام مل گیا ہو- علماء کا حال یہ ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو گرانے کے لئے ایک دوسرے کی برائیاں کرنے لگے- ملا بدایونی کے الفاظ میں علماء کے گروہ سے بہت سی بیہودگی ظاہر ہوئی ایک نے دوسرے کے خلاف زبان کی تلوار نکالی، ایک دوسرے کی نفی کی اور تردید میں لگ گیا-ان کا اختلاف یہاں تک بڑھا کہ ایک نے دوسرے کو گمراہ ثابت کیا-نوبت یہاں تک پہنچی کہ شاہی دربار میں ان علماء کی گردنوں کی رگیں پھول آئیں، آوازیں بلند ہوئیں اور زبردست شور برپا ہوا- علماء کی ان نازیبا حرکتوں سے بادشاہ کا متاثر ہونا فطری تھا- اس کو سخت گراں گزرا اس کے بعد بادشاہ نے پہلی کارروائی یہ کی کہ ملا بدایونی کو حکم دیا کہ اس قسم کے نامعقول عالموں کو آئندہ بادشاہ کی مجلس میں آنے نہ دیں۔اس کے باوجود علماء کی حرکتیں بند نہ ہوئیں۔ان کی باتیں بادشاہ کے لئے ایمانی قوت کے بجائے بدگمانی اور برگشتگی میں اضافہ کا سبب بنتی رہیں- علماء کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے کے ضد میں کوئی عالم ایک چیز کو حرام کہتا اور دوسرا اس کو حلال بتاتا-ان چیزوں نے بادشاہ کو شک میں ڈال دیا-اس کی حیرانی بڑھتی چلی گئی، یہاں تک کہ اصل مقصد ہی سامنے سے جاتا رہا۔

درباری علماء میں سے ایک ملا عبداللہ سلطان پوری تھے-ان کا سرکاری لقب مخدوم الملک تھا-
انہوں نے مختلف طریقوں سے جو دولت جمع کی تھی اس کا حال ملا بدایونی نے ان الفاظ میں لکھا
ہے "ان کا انتقال ہوا تو بادشاہ کے حکم سے ان کے مکان کا جائزہ لیا گیا جو لاہور میں تھا۔اتنے
خزانے اور دفینے ظاہر ہوئے کہ ان خزانوں کے تالوں کو دہم کی کنجیوں سے بھی کھولنا ممکن نہ
تھا، حتیٰ کے سونے سے بھرے ہوئے چند صندوق مخدوم الملک کے خاندانی قبرستان سے برآمد
ہوئے جنہیں مردوں کے بہانے سے زمین میں دفن کیا گیا تھا"۔ شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے
پوتے ملا عبدالنبی تھے جو اکبر کے زمانہ کے سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے۔ پورے ملک
کے خطباء اور ائمہ کے درمیان جاگیر تقسیم کرنے کا انہیں اختیار تھا- شہنشاہ اکبر ان کا اتنا زیادہ
احترام کرتا تھا کہ ان کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا، مگر مذکورہ مخدوم الملک اور ملا عبدالنبی کے
درمیان رقیبانہ کش مکش شروع ہوئی-ایک نے دوسرے کو جاہل اور گمراہ ثابت کرنے کے
لئے رسالے لکھے-ایک نے دوسرے کے بابت لکھا کہ چونکہ انہیں بواسیر ہے اس لئے ان کے
پیچھے نماز ناجائز ہے-دوسرے نے لکھا کہ تم اپنے باپ کے عاق کئے ہوئے بیٹے ہو اس لئے
تمہارے پیچھے نماز جائز نہیں-اس قسم کی لایعنی بحثوں سے شاہی کیمپ صبح و شام گونجتا رہتا
تھا۔ شہنشاہ اکبر ابتدا میں نہایت دین دار تھا اور دینی شخصیتوں سے بڑی عقیدت رکھتا تھا- مگر
دین کے نمائندوں کی خرافات کو مسلسل دیکھنے کے بعد وہ دین سے بیزار ہو گیا اور دینی شخصیتوں

سے بھی۔ علماء کا یہ حال تھا کہ جانوروں کی طرح آپس میں لڑتے۔ ایک عالم ایک فعل کو حرام بتاتا اور دوسرا عالم اسی فعل کو حلال قرار دیتا۔ ملا بدایونی لکھتے ہیں:

اکبر اپنے زمانہ کے علماء کو غزالی اور رازی سے بہتر سمجھتا تھا- جب اس نے ان کی پست حرکتوں کو دیکھا تو حال پر ماضی کو قیاس کر کے سب کا منکر ہو گیا۔ اس کے بعد اکبر کے دربار میں علماء کا وقار ختم ہو گیا- ابوالفضل اور فیضی جیسے لوگ دربار شاہی میں اہمیت اختیار کر گئے۔ اکبر کو علماء کی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں رہی- ابوالفضل اکبر کے سامنے علماء کا مذاق اڑاتا اور اکبر اس کو سن کر خوش ہوتا۔ ملا بدایونی کے الفاظ میں: کسی بحث کے درمیان اگر ائمہ مجتہدین کی کوئی بات پیش کی جاتی تو ابوالفضل اس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہتا کہ فلاں حلوائی، فلاں کفش دوز اور فلاں چرم ساز کے قول سے تم میرے اوپر حجت قائم کرنا چاہتے ہو۔ (اسباق تاریخ از مولانا عبدالقادر بدایوانی)۔

چنانچہ ابوالفضل اور فیضی جیسے لوگوں کے کہنے پر ہی ایک نئے دین ''دین الٰہی یا دین اکبری'' کو بنایا گیا جس نے ہندوستان میں اسلام کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اور پھر علمائے حق جن میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سرفہرست ہیں کی کوششوں سے اس گمراہی کو مٹایا گیا۔

اس واقعے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علماء کی آپس کی لڑائیوں، ضد، ہٹ دھرمی نے کتنا بڑا فتنہ کھڑا کیا۔

☆..................☆..................☆

اللہ سے امید ہے یہ چھوٹی سی کاوش مسلمانوں میں اتفاق،اتحاد اور پیار و محبت کے رشتے کو قائم کرنے میں معاون ثابت ہو گی،اور میرے لیے ذخیرہ آخرت ثابت ہو گی۔

پڑھنے کا شکریہ، جزاک اللہ خیرا۔ دعاوں میں یاد رکھیں۔

(سید عبدالوہاب شاہ۔اسلام آباد پاکستان)

وٹس اپ: 92-321-5083475

www.NuktaGuidance.com